آدابِ قضاء (شافعی)

محمد جمیل اختر جلیلی

ناشر

ضیاءایجوکیشنل (ٹرسٹ) کنڈلور، کرناٹک

آدابِ قضاء (شافعی)

محمد جمیل اختر جلیلی
(استاذ حدیث وفقہ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک)

ناشر
ضیاء ایجوکیشنل اینڈ چاریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کنڈلور، کنداپور (کرناٹک)

کتاب : آدابِ قضاء (شافعی)
مؤلف : محمد جمیل اختر جلیلی
صفحات : ۱۲۶
سیٹنگ : مولانا ابراہیم ڈونگر کر
سرورق : محمد عمران (شکاری پور)
سن طباعت: ۱۴۳۲ھ - ۲۰۱۱ء
قیمت : ۹۰

ناشر

ضیاء ایجوکیشنل اینڈ چاریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کنڈلور، کنداپور (کرناٹک)

ملنے کے پتے

جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کنداپور، اُڈپی (کرناٹک)
جامعہ ام المؤمنین ام سلمہؓ، فردوس نگر، توپچانچی، دھنباد (جھارکھنڈ)

فہرست مضامین

باب دوم: دعوی اور اس کے ثبوت کے ذرائع

شہادت

قسم

اقرار

قیافہ شناسی

باب سوم: درخواست اور خلع نامہ وغیرہ کے نمونے

عرض ناشر

جہاں دو یا اس سے زائد انسان رہتے بستے ہوں، وہاں لڑائی جھگڑا ہونا ایک فطری بات ہے؛ لیکن کبھی کبھی اس لڑائی کی وجہ سے کورٹ اور کچہریوں تک جانے کی نوبت آجاتی ہے، جہاں بسا اوقات شرعی اعتبار سے غلط فیصلے ہوجاتے ہیں۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے تنازعات کا حل کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ میں تلاش کریں اور اس کے حکم کے مطابق لڑائی کا تصفیہ کریں، دارالقضاء میں شرعی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کے مابین ہونے والے جھگڑوں کا تصفیہ کیا جاتا ہے، یہ نظام عہدِ نبوت سے آج تک جاری اور ساری ہے اور قیامت اسی طرح یہ نظام چلتا رہے گا، انشاء اللہ۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور ___ جو دراصل ضیاء ایجوکیشنل ٹرسٹ کنڈلور کے زیرنگرانی چلنے والے دوسرے اداروں جامعہ عائشہ للبنات، ضیاء پبلک اسکول (انگلش میڈیم) ضیاء کنڑا ساہتیہ کیندرا وغیرہ کی طرح ایک ادارہ ہے، جہاں ندوۃ العلماء کے نصاب کے مطابق عالمیت تک اور تدریب افتاء وقضاء کی پوری تعلیم ہوتی ہے ___ کے استاذ مولانا مفتی محمد جمیل اختر ندوی جلیلی صاحب نے ''آدابِ قضاء (شافعی)'' کے موضوع پر مفصل ومدلل انداز میں قلم اٹھایا ہے، غالباً فقہ شافعی کی روشنی میں اس موضوع پر اردو زبان میں یہ پہلی کاوش ہے، جو ایک حنفی عالم کے قلم سے وجود میں آرہی ہے۔

میں اپنے ادارہ کے لئے یہ سعادت کی بات سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب یہاں سے شائع ہورہی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرمائے اور ادارہ ہذا کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، آمین۔

(مولانا) عبیداللہ ابوبکر ندوی
بانی وصدر ضیاء ایجوکیشنل ٹرسٹ کنڈلو، کرناٹک

تقریظ

حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوری دامت برکاتہم

قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ سوپول، دربھنگہ، بہار

تفقہ فی الدین ایک عظیم نعمت ہے اور فقہائے عظام وہ رجال اللہ ہیں کہ جن کے ذریعہ ہمیں کتاب وسنت کی گہرائی وگیرائی کا اندازہ ہوتا ہے اور **اختلاف امتی رحمة** کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ فقہ حنفی کی متداول کتابوں میں اکثر وبیشتر فقہ شافعی کا مقارنہ ملتا ہے اور امام شافعیؒ کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

قضاء کے موضوع پر تمام دبستانِ فقہ کے مشائخ کی معرکۃ الآراء کتابیں ہیں، ابھی مولانا جمیل اختر ندوی سلمہ اللہ نے ''آدابِ قضاء (شافعی)'' کے موضوع پر فقہ شافعی کی مستند کتابوں کے حوالہ سے قابلِ قدر مواد جمع کیا ہے، جس میں اُنھوں نے قضاء اور اس سے متعلق ابواب میں فقہ شافعی کے نقطۂ نظر کو واضح کیا ہے، اس تحریر سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ اہم امور میں ہمارے فقہاء تقریباً متحد الفکر نظر آتے ہیں اور سبھی ''**هداة مهتدون**'' ہیں۔

''آدابِ قضاء (شافعی)'' کا مجموعہ نہ صرف شافعی دبستانِ فقہ کے لئے ایک علمی سرمایہ ہے؛ بل کہ وہ سارے حضرات، جو کارِ قضاء اور علمی تحقیق سے مربوط ہیں ـــــ خواہ حنفی ہوں یا مالکی اور حنبلی ـــــ سبھوں کے لئے یکساں مفید ہے، حق تعالیٰ مولانا جمیل اختر سلمہ کی اس خدمت کو قبول فرمائے، اردو زبان میں فقہ شافعی کے ایک باب ''قضاء'' کا تعارف ہے، اللہ تعالیٰ مزید کی توفیق دے، آمین!

۲/جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ (حضرت مولانا) محمد قاسم مظفر پوری (دامت برکاتہم)

مقدمہ

(حضرت مولانا محمد ابراہیم بن علی خطیب صاحب شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن)

الحمد لله و كفىٰ وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد:

اللہ عزوجل نے ہم پر سب سے بڑا انعام یہ فرمایا ہے کہ ہمیں مسلمان بنایا، دین اسلام جیسا کامل ومبارک اور جامع دین عطا فرمایا، اس دین کے کمال کا لازمی تقاضا اور نتیجہ یہ تھا کہ زندگی کے کسی بھی گوشہ کو وہ تشنہ نہ چھوڑے، چنانچہ کسی منزل پر بھی اس نے انسان کو آزاد نہیں رکھا؛ بلکہ قدم قدم پر اس کے حسین احکام اور زریں رہنمائی موجود ہے۔

ایک مسلمان اگر اپنے عقائد اور عبادات جیسے اہم ابواب اور مسائل میں شریعت کا پابند اور مکلّف ہے، تو ساتھ ساتھ معاشرتی مسائل، معاملات اور فوجداری امور میں بھی اسلامی احکام و قوانین کا پابند ومکلّف ہے۔

انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے ایک سماجی اور معاشرتی مخلوق ہے، نظامِ کائنات کچھ ایسا قائم ہے کہ اگر ہر شخص اپنی مستقل انفرادی زندگی گزارنا چاہے تو تقریباً ناممکن ہے، اس کے بعد پھر ہر ایک کے مزاج وطبیعت میں بھی فرق ہوتا ہے اور دین وشریعت کی پابندی کی فکر میں بھی سب یکساں درجہ پر نہیں ہوتے، ان تمام پس منظر میں بعض اوقات اختلاف وٹکراؤ اور تنازع ایک ناگزیر بات ہے، ایسی صورت میں اسے دور کرنے کی صحیح ترتیب سے بھی شریعت نے آگاہ کیا ہے، عدل وانصاف کے ساتھ ایسے نزاعی امور کے تصفیہ سے متعلق احکام ومسائل کو دینی کتب میں ''قضاء'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ایک دینی اور پرسکون معاشرہ کی تشکیل کے لئے تمام افراد کو انصاف دلانے والی ایک قوت لابدی وضروری ہے، جس کا وجود ایک اجتماعی طاقت وقوت کا محتاج ہے، جس کا کامل مظہر ایک شرعی نظامِ

خلافت ہے۔اجتماعیت کی اہمیت کو قرآن وحدیث میں بڑی تاکید کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، شذوذ اختیار کرنے کو جہنم رسیدی کا سبب بتایا گیا ہے، دوسری طرف شریعت کا ایک عام حکم یہ بھی ہے کہ شریعت کے جس حکم پر صد فیصد عمل ممکن نہ ہو تو اس کو بالکل چھوڑ رہنے کے بجائے حتی الوسع اس پر عمل کرنا ضروری ہے، لہذا اگر ایک مکمل اسلامی نظام حکومت وخلافت سے امت بدقسمتی سے محروم ہو، تب بھی اپنے دائرہ میں ممکنہ حد تک اپنے آپسی مسائل کو شریعت کی روشنی میں حل کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوسکتی، اسی ذمہ داری کے احساس کی وجہ سے مختلف مقامات پر دارالقضاء کا نظام قائم ہے، اللہ تعالیٰ اس نظام کو خوب مستحکم کرے، خالص شرعی رنگ میں اسے رنگ دے اور امت کو اس سے صحیح استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

دارالقضاء کے تحت شرعی فیصلوں کے تنفیذ کے لئے ظاہر ہے کہ متعلقہ مسائل کی تفاصیل سے واقفیت ضروری ہے، اس اہم ضرورت کے پیشِ نظر فاضل محترم مفتی محمد جمیل اختر جلیلی حفظہ اللہ نے ''آداب قضاء (شافعی)'' کے نام سے زیر نظر کتاب ترتیب دی ہے، موصوف نے فقہ شافعی کے مستند مراجع کی روشنی میں بہترین انداز واسلوب میں قضاء سے متعلقہ تمام ابواب کے مسائل کو مرتب کر کے امت کے سامنے رکھ دیا ہے، تمام گوشوں کو خوب اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

فاضل مصنف کے حکم پر خاکسار نے بھی مسودہ سے استفادہ کیا، اب دوسرے حکم پر یہ چند شکستہ الفاظ تحریر کر دیئے ہیں، اس سے شاید موصوف کی اس کاوش کو تو کچھ فائدہ گو نہ پہونچے، لیکن اس عاجز کے لئے ان شاء اللہ برکت وسعادت کی بات ہو جائے گی۔

یہ فقیر اللہ سے دعا گو ہے کہ اس تالیف کو قبولیت سے سرفراز کرے اور مفتی محمد جمیل اختر جلیلی صاحب کے جمال وجلال سے امت خوب فیضیاب ہو۔ آمین والحمد للہ رب العالمین۔

(حضرت مولانا) محمد ابراہیم بن علی خطیب

خادم جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن ۴/۶/۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں انسانوں کے اندر بہت ساری صفتیں رکھی ہیں، وہیں ایک صفت ''جدل'' کی بھی ودیعت کی ہے، بسا اوقات شیطانی چال میں پھنس کر انسان اپنی اس صفت کا غلط استعمال کر لیتا ہے، جس کے نتیجہ میں گھر اور خاندان تباہ وبرباد ہو جاتے ہیں، نیز معاشرہ میں بدامنی پھیل جاتی ہے، شریعت اسلامی نے گھر اور خاندان کو تباہی سے بچانے اور معاشرہ میں امن وامان برقرار رکھنے کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ ''جب آپس میں کسی بات پر نزاع ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو'' ﴿فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول﴾ (النساء: ۵۹)

چنانچہ فریقین کے درمیان ہونے والے نزاع کا کتاب وسنت کی روشنی میں تصفیہ کیا جانا ''قضاء'' کہلاتا ہے، جو گھر اور خاندان کو بربادی سے بچانے اور معاشرہ کو بدامنی سے پاک کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے، اس کی اہمیت ہی کے پیش نظر خود رسول اللہ ﷺ نے اس فریضہ کو انجام دیا ہے اور متعدد صحابہ کو اس کام پر مامور فرما کر دوسرے علاقوں تک بھیجا بھی ہے اور اس کام کو بحسن وخوبی اور حق کے ساتھ انجام دینے والے کے لئے متعدد خوشخبریاں بھی سنائی ہیں۔

قضاء کا کام چوں کہ بہت نازک اور اہم ہے؛ اس لئے اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے کچھ شرائط اور حدود وقیود ہیں، جن کے دائرہ میں رہ کر ہی اس کام کو پورا کیا جا سکتا ہے، اگر اس دائرہ

سے تجاوز کیا گیا تو نظامِ قضاء درہم برہم ہوکر رہ جائے گا۔

آپ کے ہاتھوں میں موجود ’’آدابِ قضاء (شافعی)‘‘ نامی کتاب میں اِنھیں شرائط، حدود و قیود اور اس متعلق بعض دوسرے ابواب کو فقہ شافعی کی روشنی میں لکھا گیا ہے اور اس نقطۂ نظر سے لکھا گیا ہے کہ فقہ شافعی پر اردو زبان میں مستقل اس موضوع پر کوئی کتاب اب تک (میری ناقص معلومات کی روشنی میں) وجود میں نہیں آسکی ہے، شاید یہ کتاب اس خلا کو پُر کر سکے۔

اس کتاب کی اشاعت پر میرا دل اللہ تعالیٰ کے شکر سے لبریز اور میری پیشانی تشکر و امتنان کے جذبات سے جھکی ہوئی ہے کہ اس نے مجھ جیسے حقیر، ناتواں اور کم علم شخص کو دین کے ایک اہم موضوع پر خدمت کا موقع فراہم کیا، نیز میں مخدوم ومکرم حضرت مولانا قاسم مظفر پوری دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد ابراہیم بن علی خطیب دامت برکاتہم کا ممنون ہوں کہ ان دونوں حضرات نے میرے مسودہ کو پڑھا اور غلطیوں کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ ہم خوردوں کی ہمت افزائی کے لئے اول الذکر نے تقریظ اور ثانی الذکر نے مقدمہ بھی تحریر فرمایا، اللہ ان دونوں حضرات کے سایہ کو ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے اور ان کے علوم سے تشنگانِ علم کی پیاس بجھائے، آمین!

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اس موقع پر عمِ محترم جناب مولانا آفتاب عالم ندوی حفظہ اللہ (ناظم جامعہ ام المؤمنین ام سلمہؓ، فردوس نگر، دھنباد، جھارکھنڈ) کا شکریہ ادا نہ کروں کہ انھیں کی تعلیمی رہنمائی سے میں اس لائق ہوا کہ دین کی کچھ خدمت کرسکوں، اللہ انھیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے، اپنے والدین کا بھی شکر گزار ہوں، جن کے احسانات حد وشمار سے زیادہ ہیں اور جن

کے شکریہ کے لئے میں الفاظ کا دامن تنگ پاتا ہوں، بس ان کے لئے یہی قرآنی دعا کرتا ہوں کہ اے پروردگار! ان پر اس طرح رحم فرما، جس طرح اُنھوں نے بچپن میں میری تربیت کی، رب ارحمهما كما ربياني صغيراً.

اخیر میں قارئین سے درخواست ہے کہ اس کتاب میں اگر کوئی بات قابل توجہ نظر آئے تو ضرور بالضرور مطلع کریں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو شرفِ قبولیت سے نوازے، آمین یارب العالمین!

۲۲/ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ — محمد جمیل اختر جلیلی

۲۶/ مئی ۲۰۱۱ء — خادم حدیث وفقہ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک

مختصر سوانح حیات حضرت امام شافعیؒ

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: **لا تسبوا قریشاً، فان عالمها یملأ الأرض علماً.** (حلیة الأولیاء: ۹/ ۶۵، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت) ’’قریش کو بُرا مت کہو؛ کیوں کہ اس کا ایک عالم روئے زمین کو علم سے بھر دے گا‘‘، امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپ ﷺ کی یہ پیشن گوئی حضرت امام شافعیؒ کے بارے میں ہے (مناقب الشافعی للبیهقی: ۱/ ۲۹-۳۰)؛ کیوں کہ قریش میں کوئی امام یا فقیہ ایسا پیدا نہیں ہوا، جس کا علم حجاز ویمن، شام وعراق اور خراسان وماوراء النہر کے علاقوں تک پھیلا ہو، یہ حضرت امام شافعیؒ ہی ہیں، جن کا علم ان تمام علاقوں میں پھیلا۔

پیدائش اور نام ونسب

حضرت امام شافعیؒ کی پیدائش فلسطین کے علاقہ غزہ میں ۱۵۰ھ میں ہوئی، آپ کا نام محمد بن ادریس اور کنیت ابوعبداللہ ہے، آپ کی نسبت ’’شافعی‘‘ آپ کے جد امجد شافع بن سائب کی طرف منسوب ہے، آپ کا خاندان دسویں پشت (عبد مناف) میں آنحضرت ﷺ سے جا کر ملتا ہے، آپ کے جد امجد سائب غزوۂ بدر کے موقع سے بنو ہاشم کی طرف سے علمبردار تھے، دوسرے قیدیوں کی طرح یہ بھی قید کئے گئے اور فدیہ ادا کرنے کے بعد مشرف بہ اسلام ہو گئے، ان سے کہا گیا کہ فدیہ ادا کرنے سے پہلے ہی کیوں مسلمان نہیں ہو گئے؟ جواب دیا: **ما کنت احرم المؤمنین طمعاًفی.** (تاریخ بغداد للخطیب: ۲/ ۵۸، سیر اعلام النبلاء للذهبی: ۱۰/ ۹، تهذیب الکمال للمزی: ۲۴/ ۳۶۰) ’’میں مسلمانوں کو اس چیز سے محروم نہیں کرنا چاہتا تھا، جس کی وہ مجھ سے امید رکھتے تھے‘‘۔

نشو نما اور تعلیم

پیدائش کے بعد دو سال تک غزہ میں رہے، پھر اپنی والدہ کے ساتھ مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے، حضرت امام شافعیؒ کے والد کا انتقال چوں کہ ان کے بچپن ہی میں ہو گیا تھا؛ اس لئے حضرت امام شافعیؒ کی پوری پرورش ان کی والدہ کے زیرِ نگرانی یتیمی کی حالت میں ہوئی، سات سال کی عمر میں حفظِ قرآن مجید کی تکمیل کی اور دس سال کی عمر میں پوری ''مؤطا امام مالک'' منھ زبانی یاد کر لیا، اسی کے ساتھ ساتھ عربی زبان پر عبور حاصل کرنے کے لئے عرب کے دیہاتوں میں جانے لگے اور خاص طور پر فصاحت میں مشہور ''قبیلۂ ہذیل'' میں کثرت سے آمد و رفت ہوتی رہی، جس کے نتیجہ میں ہذلیین کے اشعار کی ایک بڑی تعداد آپ کو ازبر ہو گئے؛ حتی کہ اصمعی شاعر اپنی جلالتِ قدر اور شانِ رفعت کے باوجود ان کے پاس آ کر ہذلیین کے اشعار سناتا تھا۔

پھر فقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مفتی مکہ مسلم بن خالد زنجی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور فن فقہ میں بھی صلابت پیدا کی، مکہ میں مسلم بن خالد زنجی کے علاوہ داؤد بن عبدالرحمٰن عطار، خود اپنے چچا محمد بن علی بن شافع، سفیان بن عیینہ، عبدالرحمٰن بن ابوبکر مُلیکی، سعید بن سالم اور فضیل بن عیاض رحمہم اللہ سے بھی کسبِ فیض کیا۔

تقریباً ۱۳/ سال کی عمر میں حضرت امام مالکؒ سے اکتسابِ علم کی غرض سے مدینہ کا سفر کیا اور والیٔ مدینہ کی سفارش سے درس میں حاضری ہوئی، جب امام مالکؒ کے پاس پہنچے تو اُنھوں نے کہا: یابن أخي! تأتني برجل یقرأ علی فتسمع. ''اے بھتیجے! کسی ایسے شخص کو لے آؤ، جو میرے پاس پڑھے اور تم سنو''، حضرت امام شافعیؒ نے جواب دیا کہ ''میں خود پڑھتا ہوں، آپ سنیں''، جب امام مالکؒ نے پڑھنے کی اجازت دی تو اِنھوں نے ''کتاب السیر'' تک مؤطا پڑھ ڈالی، تب امام مالکؒ نے کہا: یابن أخي! تفقه تعل. ''اے بھتیجے! فقہ حاصل کرو، بلند مقام پاؤ گے'' (حلیة الأولیاء:

۹/۶۵، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت)، حضرت امام مالکؒ کے پاس روایۃً اور درایۃً علمِ حدیث حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ جرح وتعدیل کا علم بھی سیکھا۔

مدرسۂ حضرت امام مالکؒ سے فراغت کے بعد کسبِ معاش کی طرف متوجہ ہوئے، اور بڑوں کے مشوروں اور رہنمائی سے یمن کے قاضی مقرر ہوئے، ۱۸۴ھ میں والیٔ یمن نے آپ پر شیعیت کا الزام لگایا اور دوسرے نو لوگوں کے ساتھ دار الخلافہ عراق ہارون رشید کے دربار میں بھیج دیا، جہاں ہارون رشید نے ان کے ساتھ آئے ہوئے تمام نو لوگوں کو قتل کرا دیا؛ لیکن امام شافعیؒ اپنے دلائل کی پختگی، محمد بن حسنؒ کی گواہی اور فضل بن ربیعؒ کی دفاع کی وجہ سے بری کر دئے گئے۔

جب امام شافعیؒ عراق پہنچ گئے تو علم کی تشنگی نے انگڑائی لی اور ان کے اندر فقہ عراقی حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا؛ چنانچہ محمد بن حسنؒ کے درس میں شریک ہوئے اور ان سے فقہ عراقی حاصل کی اور اس طرح حضرت امام شافعیؒ فقہ حجازی اور فقہ عراقی کے جامع بن گئے۔

درس وتدریس

فقہ عراقی کے حصول کے بعد مکہ مکرمہ واپس آئے اور حرمِ مکی میں درس کا آغاز کیا اور تقریباً نو سال تک یہ خدمت انجام دیتے رہے، تدریس کے دوران حجاز وعراق سے کشید کئے ہوئے علوم کے نتیجہ میں اجتہاد کے راستے کو اپنایا اور فقہ حجازی اور فقہ عراقی کے مابین تمیز کرنے والے اصول وقواعد منضبط کئے، پھر ۱۹۵ھ میں دوبارہ بغداد کا سفر کیا اور اپنے اس نئے اجتہادی مسلک کی تقریباً دو سال تک نشر واشاعت کرتے رہے، ساتھ ساتھ کتب ورسائل کی تالیف بھی جاری رہی، بغداد کے ہم عصر علماء سے مباحثے بھی ہوئے، آپ کی قوتِ استدلال اور فصاحتِ بیان کی وجہ سے آپ کا حلقۂ درس کافی مشہور ہوا، جس کے نتیجہ میں اپنے زمانہ کے بڑے بڑے علماء جیسے: امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، بشر المریسی، عبد الرحمٰن بن مہدی، ابو ثور اور حسین بن علی رحمہم اللہ وغیرہ بھی آپ

کے درس میں شریک ہونے لگے اور آپ کی دقتِ نظر، قوتِ استدلال، جلالتِ شان، فصاحتِ بیان اور دفاع عن السنہ والحدیث سے بہت زیادہ متأثر ہوئے۔

دو سال کے بعد پھر مکہ لوٹ آئے اور اپنے علم و مذہب اور اصول وقواعد کی تعلیم حرمِ مکی کے صحن میں دینے لگے، ۱۹۸ھ میں تیسری مرتبہ بغداد کا سفر کیا؛ لیکن بعض حکومتی وجوہات کی بنیاد پر صرف آٹھ ماہ ہی وہاں رہ سکے، اس آٹھ ماہ کے دوران اپنے شاگرد حسین بن علی کرابیسی کو اجازت مرحمت فرمائی، پھر ۱۹۹ھ میں بغداد سے مصر کا سفر کیا۔

قیامِ مصر اور مذہبِ جدید

مصر پہنچ کر حضرت امام شافعیؒ کی فقہی زندگی میں نمایاں تبدیلی رونما ہوئی، ان کا سابقہ اجتہاد بدل گیا اور اُنھوں نے اپنے حجازی اور عراقی اساتذہ کے مسلک سے ہٹ کر ایک نئے مسلک کی بنیاد رکھی، دبستانِ حجاز وعراق سے کشید کئے ہوئے علوم کے درمیان چھان پھٹک کی اور ان کے مابین تمیز وتصحیح کی راہ اپناتے ہوئے مسجد عمرو بن عاصؓ میں اس کی تدریس شروع کی، یہیں پر اپنی مشہور کتاب ''**الأم**'' کو بھی اپنے شاگرد ربیع بن سلیمان مرادیؒ سے املا کرایا، اپنے شیخ حضرت امام مالک، حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام اوزاعی رحمہم اللہ وغیرہ کی آراء پر تنقید کی اور اپنے مذہب کے اثبات کے سلسلہ میں مناظرے بھی کئے اور فائق وممتاز رہے، مصر میں جن آراء کو بیان کیا، وہ قولِ جدید کے نام سے موسوم ہوا اور مسلک کا اصل قول قرار پایا۔

وفات

مصر میں تقریباً پانچ سال تک آپ اپنے علم وفن اور اصول وقواعد کی نشر واشاعت کرتے رہے، بالآخر علم وفقہ کا یہ درخشاں سورج رجب ۲۰۴ھ میں مصر کے اُفق پر غروب ہوگیا اور قرافۂ صغریٰ میں ان کی تدفین عمل میں آئی، رحم اللہ رحمةً واسعةً، وأدخله في فسيح جناته.

آدابِ قضاء (شافعی)

پہلا باب

قضاء اور اس کے آداب

قضاء کے لغوی معنی

قضاء مصدر ہے، **قضی یقضی** کا، اس کی جمع **أقضیة** آتی ہے، لغوی اعتبار سے اس کے کئی معنی آتے ہیں:

۱۔ فیصلہ کرنا: قرآن مجید میں ہے: **وقضیٰ ربك ألا تعبدوا الا ایاہ، وبالوالدین احساناً.** [۱] "اور تیرا رب یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو"۔

۲۔ کسی کام کو انتہا تک پہنچانا: حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں ہے: **فوکزہ موسیٰ، فقضیٰ علیہ.** [۲] "پھر موسیٰؑ نے اس کو ایک مکا مارا، پھر اس کا کام تمام کر دیا"۔

۳۔ اداء کرنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وقضینا الیہ ذلك الأمر أن دابر هؤلاء مقطوع مصبحین.** [۳] "ہم نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دی جائے گی"۔

۴۔ بنانا: ارشاد باری ہے: **فقضٰهن سبع سمٰوات فی یومین.** [۴] "پھر اس نے دو دن میں سات آسمان بنا دئے"۔

۵۔ عمل کرنا: قرآن مجید میں ہے: **فاقضِ ماأنت قاض.** [۵] "تجھے جو کچھ کرنا ہے،

---

(۱) الاسراء: ۲۳ — (۲) القصص: ۱۵
(۳) الحجر: ٦٦ — (۴) فصلت: ۱۲
(۵) طٰہ: ۷۲

کرلے“۔

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: **القضاء فی اللغة علی وجوہ، مرجعها الی انقطاع الشئ، وتمامه، وکل ماأحکم عمله، أو أتم ، أو ختم،أوأدی أداء، أو أوجب ، أو أعلم، أو أنفذ، أو أمضی فقد قضی.** (۶) ”قضاء کے لغت میں کئی معنی آتے ہیں، اور سب کے سب شئ کے تمام ہونے پر دلالت کرتے ہیں، چنانچہ کسی عمل کو انجام دینا، کسی کام کو پورا کرنا، کسی کام کو ختم کرنا، کسی کو کسی کام کے بارے میں بتانا، کوئی حکم نافذ کرنا اور کوئی کام کر گزرنا یہ سب قضاء کے معنی میں شامل ہیں“۔

قضاء کی شرعی تعریف

شریعت میں قضاء ”دو یا اس سے زائد لوگوں کے مابین اللہ کے حکم کے ذریعہ سے فیصلہ“ کرنے کو کہتے ہیں: **فصل الخصومة بین خصمین فأکثر بحکم الله تعالیٰ.** (۷)

قضاء کی مشروعیت

قضاء کی مشروعیت کتاب وسنت، اجماع اور عقلی طور پر بھی ثابت ہے۔

قرآن سے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کئی جگہوں پر اس کی طرف اشارہ کیا ہے، ارشاد ہے: **وأن احکم بینهم بما أنزل الله.** (۸) ”اور یہ کہ تم لوگوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کرو“، دوسری جگہ ہے: **واذا حکمتم بین الناس أن تحکموا بالعدل.** (۹) ”اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو“، اسی طرح حضرت داؤدؑ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ

---

(۶) لسان العرب: ۱۳۱/۱۲، لفظ: قضی، نیز دیکھئے: المجموع، کتاب الأقضیة: ۵/۲۲

(۷) حواشی الشروانی، کتاب القضاء: ۱۰۱/۱۰

(۸) المائدة: ۴۹ (۹) النساء: ۵۸

نے فرمایا: یا داود انا جعلناک خلیفة فی الأرض، فاحکم بین الناس بالحق.[۱۰] ”اے داؤد! ہم نے تمھیں زمین پر خلیفہ بنایا ہے، پس تم حق کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو“۔

حدیث سے

اس سلسلہ میں حدیثیں بھی بہ کثرت وارد ہوئی ہیں، چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: بعثنی رسول الله ﷺ الی الیمن قاضیاً، فقلت: یا رسول الله! ترسلنی، وأنا حدث السن؟ ولا علم لی بالقضاء، فقال: ان الله سیهدی قلبک، ویثبت لسانک، فاذا جلس بین یدیک الخصمان، فلا تقضین، حتی تسمع من الآخر، کماسمعت من الأول، فانه أحریٰ أن یتبین لک القضاء، قال: فما زلت قاضیاً، أو ماشککت فی قضاء بعد.[۱۱] ”مجھے رسول اللہ ﷺ نے قاضی بنا کر یمن بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آپ مجھے قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں؟ حالاں کہ میں کم سن ہوں اور مجھے قضاء کا کوئی تجربہ بھی نہیں ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے قلب کو ضرور ہدایت دیں گے اور تمہاری زبان کو لغزش سے بچائیں گے، جب تمہارے سامنے فریقین بیٹھ جائیں تو تم اس وقت تک فیصلہ مت کرنا، جب تک کہ تم دوسرے فریق کی گفتگو اسی طرح نہ سن لو، جس طرح فریق اول سے سنی تھی؛ کیوں کہ ایسا کرنا تمہارے فیصلہ (فیصلہ کو واضح کرنے میں) زیادہ مفید ہوگا، (حضرت علیؓ) فرماتے ہیں کہ میں جب تک قاضی رہا اس کے بعد قضاء کے سلسلہ میں کبھی بھی کسی شک میں مبتلا نہیں ہوا“، اسی طرح حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ انھیں (قاضی بنا کر) یمن بھیجنے لگے، اس وقت آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیف تقضی اذا عرض لک قضاء؟ قال: أقضی بکتاب الله، قال: فان لم تجده فی کتاب الله؟ قال: أقضی بسنة رسول الله ﷺ، قال:

---

(۱۰) ص: ۲۶ (۱۱) ابوداؤد، کتاب الأقضیة، باب کیف القضاء، حدیث نمبر: ۳۵۸۲

فـان لـم تـجده فی سنة رسول الله ﷺ؟ قـال: أجتهـد بـرائـی، لاآلو، قال: فضرب بیده فی صـدری، وقـال: الـحـمـد لـلـه الذی وفق رسول رسول الله لمایرضیٰ رسول الله ﷺ. (۱۲)

’’جب کوئی مسئلہ درپیش ہوگا توتم کس طرح فیصلہ کروگے؟ (حضرت معاذ نے) جواب دیا: میں کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کروں گا، آپ ﷺ نے پوچھا: اگر کتاب اللہ میں نہ ہو؟ انھوں نے جواب دیا: سنتِ رسول کے ذریعہ سے فیصلہ کروں گا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا: اگر اس میں بھی نہ ہو؟ انھوں نے جواب دیا: میں اجتہاد کروں گا اور کسی طرح کی کوئی کمی نہیں کروں گا، حضرت معاذ فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے میرے سینہ پر اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں، جس نے رسول اللہ کے قاصد کو ایسی چیز کی توفیق دی، جو اللہ کے رسول کے لئے خوشی کا باعث ہے‘‘۔

اجماع سے

قضاء کی مشروعیت کا انکار آج تک نہ کسی سلف نے اور نہ ہی کسی خلف نے کیا ہے، گویا اس پر امت کا اجماع ہے، چنانچہ علامہ خطیب شربینیؒ لکھتے ہیں: **والاجـمـاع مـنـعـقـد عـلی فعله سلفا وّخلفاً.** (۱۳) ’’اس عمل پر سلف اور خلف کا اجماع ہے‘‘۔

عقل وقیاس سے

عقل کے لحاظ سے سوچا جائے تو عقل بھی قضاء اور قانون کے ہونے کی تائید کرتی ہے؛ کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانی طبیعت میں تنافس (ایک دوسرے سے آگے بڑھنے) اور تغالب (ایک دوسرے پر غالب آنے) کی صفت رکھی ہے، جو جھگڑے اور فساد کی طرف لے جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ جھگڑا اور فساد ہوگا، وہاں اس کے ختم کرنے کا بھی کوئی نہ کوئی طریقہ ہوگا؛ چنانچہ یہ

---

(۱۲) سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب القضاء، (۱۵/ ۹۲)، حدیث نمبر: ۲۰۹۲۰

(۱۳) مغنی المحتاج، کتاب القضاء: ۳۰۴/۲

جھگڑا کبھی تحکیم (ثالثی) کے ذریعہ سے ختم ہوجاتا ہے؛ لیکن بسا اوقات تحکیم اس کے لئے کافی نہیں ہو پاتا اور اس آگے کورٹ اور کچہریوں کا دروازہ کھٹ کھٹانا پڑتا ہے، یہی کورٹ اسلامی اصطلاح میں ''دارالقضاء'' کے نام سے جانا جاتا ہے، جہاں حق وانصاف کے ساتھ لوگوں کے معاملات کا تصفیہ کیا جاتا ہے، اگر یہ نظام نہ ہوتو ہر طاقت والا اپنے سے کمزور پر ظلم کرتا رہے گا، جس کے نتیجہ پورے معاشرہ میں بے اطمینانی کی کیفیت پیدا ہوجائے گی (جیسا کہ آج کل کا ہمارا مشاہدہ ہے کہ ملکی عدالتوں میں جھوٹی شہادتوں کی بنیاد فیصلے کردئے جاتے ہیں اور معصوم کو مجرم اور مجرم کو معصوم قرار دے دیا جاتا ہے، پھر جب یہ شریف مجرم جیل کی سلاخوں سے چھوٹ کر آتا ہے تو اپنی دلی جذبات کو سرد کرنے کے لئے جرم کی انتہا کردیتا ہے)؛ اس لئے حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والی عدالت ایک سخت ناگزیر ضرورت ہے، علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں: ولأن الناس كان في طباعهم من التنافس والتغالب، ولمافطروا عليه من التنازع والتجاذب، يقل فيهم التناصر، ويكثر فيهم التشاجر، والتخاصم... فدعت الضرورة الیٰ قودهم الى الحق، والتناصف بالأحكام القاطعة لتنازعهم والقضايا الباعثة على تناصفهم. (۱۴)'' اور اس لئے بھی (قضاء کی ضرورت ہے) کہ لوگوں کی طبیعتوں میں تنافس اور تغالب (کا مادہ) ہے اور جھگڑے اور ایک دوسرے کے ساتھ کھینچا تانی کی وجہ سے ان کے درمیان باہمی امداد مفقود ہے، جس کے نتیجہ میں ان کے درمیان کثرت سے جھگڑے ہوتے رہتے ہیں، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ انھیں حق کی طرف رہنمائی کی جائے اور قطعی احکام کے ذریعہ سے ان کے جھگڑوں میں انصاف کا معاملہ کیا جائے''۔

تواترِ عمل سے

قضاء کا یہ نظام تواترِ عمل سے بھی ثابت ہے، عہدِ رسالت سے لے کر آج تک یہ عمل دنیا

(۱۴) الحاوی الكبير: ۱٦/٧

کے کسی نہ کسی خطہ میں انجام پاتا رہا ہے، چنانچہ خود ہندوستان میں ۱۸۶۲ء تک ملکی عدالتوں کے ساتھ ساتھ شرعی بنچ موجود تھے، جہاں مسلمانوں کے پرسنل مقدمات مسلمان قاضی فیصل کیا کرتا تھا؛ لیکن انگریزوں کے زمانہ میں یہ عہدہ کلیۃً منسوخ کردیا گیا اور باوجود کوششوں کے دوبارہ اس عہدہ کو بحال نہیں کیا گیا، تاہم مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر حضرت مولانا ابوالمحاسن سجادؒ نے اکابر علماء کے سامنے دارالقضاء کے قیام کے سلسلہ میں بات رکھی اور حضرت شیخ الہند پر اس کی امارت کی صدارت پر اتفاق بھی ہوگیا؛ لیکن پھر کچھ وجوہات کی بنیاد پر ملکی سطح پر دارالقضاء کا قیام عمل میں نہ آسکا تو مولاناؒ نے بہار کی سطح پر اس کو قائم کیا، جو آج الحمد للہ تین ریاستوں (بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ) ہمیں اپنا فرض نبھا رہا ہے، اسی طرح حضرت سید احمد شہیدؒ نے بھی اپنی محدود حکومت میں مولانا عبدالحی بڈھانویؒ کو قاضی نامزد کیا تھا۔

قضاء کی اہمیت

قضاء کی اہمیت کے لئے بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے خود اس کام کو انجام دیا ہے؛ چنانچہ مختلف معاملات کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے فیصلہ فرمانے کا ذکر احادیث کتابوں میں منقول ہے، چنانچہ حضرت تمیم بن طرَفہؓ فرماتے ہیں: **اختصم رجلان الی النبیﷺ فی جمل، فجاء کل واحد منهماالی النبی ﷺ بشاهدین یشهدان أنه جمله، فقضیٰ به النبی ﷺ بینهما.** (۱۵) ''ایک اونٹ کے سلسلہ میں دو آدمیوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا، ہر شخص نے اس بات پر دو گواہ پیش کئے کہ یہ میرا اونٹ ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ان دونوں (کے حق) میں اونٹ کا فیصلہ فرمایا''، اسی طرح حضرت ابوہریرہ، حضرت زید بن خالد اور حضرت شبل رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ تینوں حضرات آپ ﷺ کی خدمت میں تشریف فرما تھے کہ دو آدمی حضور

---

(۱۵) **مصنف ابن ابی شیبة، کتاب أقضیة رسول الله** ﷺ، حدیث نمبر: ۲۹۶۵۵، ۲۱۵۶۴

اکرم ﷺ کی خدمت میں جھگڑتے ہوئے آئے، چنانچہ ان میں سے ایک نے کھڑے ہوکر آپ ﷺ سے کہا: أنشدک الله یارسول الله! لماقضیت بیننا بکتاب الله، فقال خصمه: وکان أفقه منه، أجل یارسول الله! اقض بیننا بکتاب الله، وائذن لی فأتکلم، ان ابنی کان عسیفاً علی هٰذا، فزنی بامرأته، فأخبرونی أن علی ابنی الرجم، ففدیت منه بمائة شاة، وخادم، ثم لقیت ناساً من أهل العلم، فزعموا أن علی ابنی جلد مائة، وتغریب عام، وانما الرجم علی امرأة هٰذا، فقال رسول الله ﷺ: والذی نفسی بیده، لأقضین بینکمابکتاب الله، المائة شاة، والخادم رد علیک، وعلی ابنک جلد مائة، وتغریب عام، واغد یا اُنیس! علی امرأة هٰذا، فان اعترفت فارجمها، فغدا علیها، فاعترفت، فرجمها.[۱۶] ''میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اے اللہ کے رسول! کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کریں، دوسرے فریق ــــ جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا ــــ نے کہا: ہاں اے اللہ کے رسول! کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کیجئے اور مجھے پہلے بولنے اجازت دیجئے، پھر اس نے کہا: میرا بیٹا اس کے پاس بیگار تھا؛ چنانچہ اس کی بیوی کے ساتھ اس نے زنا کرلیا، لوگوں نے مجھے بتایا کہ تمہارے بیٹے پر رجم ہے، چنانچہ میں نے سو بکریوں اور ایک خادم کا فدیہ دے دیا، پھر میری ملاقات کچھ دوسرے اہلِ علم سے ہوئی تو اُنھوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، اور رجم اس عورت پر ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ کی روشنی ہی میں فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم تمہیں لوٹا دیا جائے گا، اور تمہارے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہوگی، اے اُنیس! اس خاتون کے پاس جاؤ، اگر وہ اس کا اعتراف کرے تو اسے رجم کردو''؛ چنانچہ حضرت اُنیسؓ اس خاتون کے پاس گئے، اس نے اقرار کرلیا تو حضرت اُنیسؓ نے اس کو رجم کردیا، علامہ ابن قیمؒ نے اپنی شہرۂ آفاق

(۱۶) ترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی الرجم علی الثیب، حدیث نمبر: ۱۴۳۳

کتاب ''**زاد المعاد**'' (جلد:۵،فی هدیه النبی ﷺ فی الأقضیة، والأنکحة، والبیوع) میں کافی بسط وتفصیل کے ساتھ آپ ﷺ کے فیصلوں پر روشنی ڈالی ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے صحابہ میں حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوموسی اشعری، حضرت عتاب بن اسید، اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہم وغیرہ کو اس خدمت پر مامور فرمایا تھا۔(۱۷)

قضاء کی ضرورت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو گوناگوں اور متضاد صفات کا حامل بنایا ہے، اس کے مزاج میں جہاں نرمی پائی جاتی ہے، وہیں تُرشی بھی پائی جاتی ہے، حرارت کے ساتھ برودت اور رحمت کے ساتھ زحمت کا بھی وصف اس کے اندر موجود ہے، وہ مزاح ومذاق کی بھی حس رکھتا ہے اور غیظ وغضب کی صفت بھی اس کے اندر پائی جاتی ہے، وہ صلح وصفائی بھی چاہتا ہے اور جھگڑا وفساد بھی؛ لیکن کبھی کبھی ان صفات کا ظہور شدت اور سختی کے ہوجاتا ہے، جس کے نتیجہ میں گھر کا گھر اور خاندان کا خاندان تباہ وبرباد ہوجاتا ہے، رشتہ داریاں سوکھے پتوں کی طرح ٹوٹ کر بکھر جاتی ہیں، نہ غم موقع پر کوئی تسلی دینے والا ہوتا ہے اور نہ ہی خوشی کی محفل میں کوئی شریک ہونے والا، ان ہی جیسے مواقع پر ''قضاء'' کا کام سامنے آتا ہے، بکھری ہوئی رشتہ داریوں کو جوڑنا اور گھر وخاندان کو تباہی وبربادی سے بچانا قضاء کا کام ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ پیدائش سے لے کر موت تک انسان کی زندگی کا ہر ہر مرحلہ قانون اور قضاء سے بندھا ہوا ہے، پیدائش کے بعد رضاعت اور حضانت کا مسئلہ پیش آتا ہے، پھر جوان ہونے کے بعد شادی بیاہ، پھر نفقہ وغیرہ اور نہ نباہ ہوسکنے کی صورت میں طلاق وتفریق کے

---

(۱۷) دیکھئے: بخاری، حدیث نمبر: ۲۴۵۸، ابن ماجه، حدیث نمبر: ۲۱۸۹، ترمذی، حدیث نمبر: ۱۳۲۷، مسند احمد: ۲۳۳/۱، مصنف ابن ابی شیبه: ۱۱۴/۳

مسائل درپیش ہوتے ہیں، موت کے بعد میراث کی تقسیم کا معاملہ سامنے آتا ہے، اسی طرح وصیت اوراوقاف وغیرہ کے مسائل ہیں اور یہ سب وہ مسائل ہیں، جن کا تعلق قضاء سے جُڑا ہوا ہے، اگر قضاء کا نظام نہ ہوتو یہ تمام مسائل تعطل کا شکار ہوجائیں گے، اور بہت سارے صاحبِ حق اپنے حقوق سے محروم رہ جائیں گے۔

قضاء اور مسلمانوں کی ذمہ داری

بحیثیت مسلمان ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم اپنے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کا حکم تلاش کریں؛ کیوں کہ یہی دو وسیلے ایسے ہیں، جو قیامت تک ہمارے لئے مشعل راہ ہیں، خودآپ ﷺ کاارشادہے: **ترکت فیکم أمرین، لن تضلوا ماتمسکتم بھما، کتاب اللہ وسنة نبیــہ.** (۱۸) ”میں نےتمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، جب تک ان کوتھامے رہوگے، (ایک) کتاب اللہ اور (دوسرا) سنتِ رسول“۔

آپ ﷺ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ہمیں اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں یہ دیکھنا چاہئے کہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کا حکم اس سلسلہ میں کیا ہے؟ پھراسی حکم کواپنے اوپر لازم کرلینا چاہئے، خواہ ظاہری طور پر ہمیں اس کے اندر خسارہ ہی کیوں نہ نظر آئے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم مصلحت سے خالی نہیں ہوتا؛ چنانچہ بسااوقات ہماری ظاہری نگاہوں میں یہ قابلِ نقصان دِکھتا ہے؛ لیکن انجامِ کار کے اعتبار سے اسی میں ہمارے لئے بھلائی ہوتی ہے، صلح حدیبیہ کا واقعہ ہمارے سامنے ہے، آپ ﷺ نے بظاہر مشرکینِ مکہ کی تمام تر شرطوں کو مان لیا؛ حالاں کہ ان میں بعض وہ شرطیں بھی تھیں، جوظاہری طور پر مسلمانوں کے خلاف تھیں اور جس کی وجہ سے صحابہؓ ایک طرح کی گھٹن محسوس کرر ہے تھے، حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے جا کر یہ سوال کرنا شروع

---

(۱۸) المؤطا للامام مالک، باب النھی عن القول فی القدر، ص: ۳۶۳

کردیا کہ کیا آپ ﷺ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اگر حق پر ہیں تو دب کر صلح کرنے کیا ضرورت ہے؟ لیکن اسی صلح کو، جس کو دب کر صلح کرنا سمجھا جا رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے ’’**فتح مبین**‘‘ سے تعبیر کیا، ارشاد ہے: انافتحنا لک فتحاً مبیناً. (۱۹) ’’ہم نے تمہیں کھلی ہوئی فتح سے نوازا‘‘۔

معاملات کی صلح وصفائی کے لئے بھی ہمیں اسی راستہ کو اختیار کرنا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے: فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول، ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر. (۲۰) ’’اگر کسی چیز کے سلسلہ میں تمہارے درمیان نزاع پیدا ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہو‘‘، اور بس اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرلیں؛ بل کہ ان کی طرف رجوع کرنے کے بعد ان کئے ہوئے فیصلوں پر راضی برضا بھی رہیں اور فیصلہ ہو جانے کے بعد کسی طرح کی کوئی تنگی اپنے دلوں میں محسوس نہ کریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ماکان لمؤمن ولامؤمنة اذاقضی اللہ ورسولہ أن یکون لھم الخیرة من أمرھم، ومن یعص اللہ ورسولہ فقدضل ضلالا مبیناً. (۲۱) ’’کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کردیں تو پھر اسے اپنے اس معاملہ میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا‘‘، حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو یہ حکم تمام امور میں دیا گیا ہے: فھٰذہ الآیة عامة فی جمیع الأمور، وذلک أنہ اذاحکم اللہ ورسولہ بشئ،

---

(۱۹) الفتح: ۱ (۲۰) النساء: ۵۹

(۲۱) الأحزاب: ۳۶

فلیس لأحد منامخالفته، ولااختیار لأحد هنا، ولارأی، ولاقول. (۲۲)"یہ آیت تمام امور کو شامل ہے، وہ یہ کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی چیز کا فیصلہ کر دیں تو اس کی مخالفت کسی کے لئے درست نہیں، اور (اس فیصلہ کے بعد) اسے نہ کوئی اختیار حاصل ہوگا، نہ ہی کورائے اور کوئی بات اس کی تسلیم کی جائے گی"۔

اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کر دینے کے بعد کسی دوسری جگہ اس کے تصفیہ کے لئے جانے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے؛ بل ہمیں تو یہ حکم ہی دیا گیا ہے کہ ہم اپنے معاملات میں اللہ کے رسول کو ہی حکم بنائیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فلاوربک لایؤمنون حتیٰ یحکموک فیماشجربینهم، ثم لایجدوافی أنفسهم حرجاً مماقضیت ویسلمواتسلیماً. (۲۳)"سوآپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے، جب تک یہ لوگ اس جھگڑے میں، جو ان کے آپس میں ہو، آپ کو حکم نہ بنالیں اور پھر جو فیصلہ آپ کر دیں، اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو پوراپورا تسلیم کرلیں"، اس آیت کے ظاہری مخاطب آپ ﷺ ہیں؛ لیکن علماء نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی چھوڑی ہوئی شریعت حکم بننے کے لئے کافی ہے، امام ابوبکر جصاص رازیؒ لکھتے ہیں: وفی هٰذه الآیة دلالة علی أن من رد شیئاً من أوامر الله تعالیٰ، أوأوامر رسوله ﷺ، فهوخارج من الاسلام، سواء رد من جهة الشک فیه، أومن جهة ترک القبول، والامتناع من التسلیم. (۲۴)"یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کے احکام کو رد کر دے تو وہ دائرۂ اسلام سے باہر ہے، خواہ یہ رد کرنا شکوک وشبہات کی وجہ سے ہو یا اس فیصلہ کو قبول اور پوراپورا تسلیم نہ کرنے

---

(۲۲) تفسیر ابن کثیر: ۲۲۵/۴ (۲۳) النساء: ۶۵

(۲۴) احکام القرآن: ۳۰۲/۲، ط: قدیمی کتب خانه، کراچی

کی وجہ سے''۔

ان تفصیلات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ بحیثیت مسلمان ہمیں اپنے معاملات کی صفائی وستھرائی کے لئے ایسے جگہوں کا رخ کرنا چاہئے، جہاں قرآن وحدیث کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں اور یہ جگہیں آج کے دور میں دارالقضاء ہیں، لہٰذا ہمیں ملکی عدالتوں میں قطعاً نہیں جانا چاہئے، ایک تو اس وجہ سے کہ وہاں پر بیٹھنے والے منصفین کو قرآن وحدیث کا بالکل علم نہیں ہوتا، دوسرے اس وجہ سے بھی کہ وہ اسلامی شریعت کے مغایر فیصلے کرتے ہیں۔

منصبِ قضاء کی نزاکت

کارِ قضاء جس قدر اہم ہے، اسی قدر نازک بھی ہے، اس فریضہ کی انجام دہی جہاں ایک طرف خودسرکار دوعالم ﷺ نے کی ہے، وہیں اس کی نزاکت کی طرف بھی اشارہ فرمادیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: من جعل قاضیاً بین الناس، فقد ذبح بغیر سکین. (۲۵) ''لوگوں کے مابین جسے قاضی بنایا گیا، وہ بغیر چھری کے ذبح کردیا گیا''، اسی طرح حضرت بریدہ بن خصیبؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: القضاۃ ثلاثۃ: واحد فی الجنۃ، واثنان فی النار، فأما الذی فی الجنۃ، فرجل عرف الحق، وقضی بہ، ورجل عرف الحق، فجار فی الحکم، فھو فی النار، ورجل قضی للناس علی جھل، فھو فی النار. (۲۶) ''قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک جنت میں جانے والا، اور یہ وہ ہے، جس نے حق کو پہچان کر اس کے مطابق فیصلہ کیا، (دوسرا وہ ہے) جس نے حق جاننے کے باوجود فیصلہ میں ظلم سے کام لیا اور اسی طرح (تیسرا وہ) جس نے بغیر علم کے فیصلہ کیا (تو یہ دونوں) جہنمی ہیں''۔

---

(۲۵) ابوداود، باب الأقضیۃ، حدیث نمبر: ۳۵۷۱

(۲۶) ابوداود، باب القضاء، حدیث نمبر: ۳۵۷۲

قاضی کے لئے خوش خبری

قضاء کا کام نہایت ذمہ دارانہ کام ہے، اس کا پورا مدار عدل وانصاف اور حق وصداقت پر ہے، چنانچہ اگر کوئی قاضی اس پر پوری دیانت داری کے ساتھ کاربند رہے تو اس کے لئے زبانِ نبوت نے مختلف قسم کی خوش خبریاں بھی سنائی ہیں، حضرت عمرو بن عاصؓ آنحضرت ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان المقسطین عند الله علی منابر من نور علی یمین الرحمن، الذین یعدلون فی حکمهم، وأهلیهم، وماولوا، وکلتا یدیه یمین. (۲۷) "اللہ کے نزدیک انصاف کرنے والے رحمان کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے، جو فیصلہ کرنے میں انصاف اور مستحقین میں عدل کرتے ہیں، اور رحمان کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں"۔

قضاء کا حکم

جب قضاء کی صلاحیت کئی لوگوں کے اندر ہو تو بہ اجماعِ امت منصبِ قضاء کی ذمہ داری فروضِ کفایہ میں سے ہے، اگر کسی ایک نے اس ذمہ داری کو قبول کرلیا تو تمام لوگوں سے یہ ذمہ داری ساقط ہو جائے گی؛ لیکن اگر تمام لوگ اس ذمہ داری کی ادائیگی سے کوتاہی کریں تو سب کے سب گنہ گار ہوں گے، اور امام ان میں سے کسی ایک کو اس فرض کی ادائیگی کے لئے مجبور کرے گا: القضاء فرض کفایة بالاجماع، فان قام به من صلح له سقط الفرض عن الباقین، وان امتنع الجمیع، أثموا، وأجبر الامام أحدهم علی القضاء، وهو الصحیح. (۲۸)، ابن شہاب رملی کہتے ہیں کہ یہ دوسرے کفایہ فرائض میں سب سے اعلی (روشن) فرض ہے: بل هو أسنی فروض

---

(۲۷) نسائی، باب فضل الحاکم العادل، حدیث نمبر: ۵۳۸۱

(۲۸) المجموع، کتاب الأقضیة: ۶/۲۲، نیز دیکھئے: روضة الطالبین، کتاب القضاء: ۱۱/۹۲، التهذیب، کتاب القاضی: ۸/۱۶۹

الـكـفايات.(۲۹)، یہی وجہ ہے کہ امام غزالیؒ نے کارِقضاء کو جہاد سے افضل قرار دیا ہے: وهـو أفضل من الجهاد، وأهم منه.(۳۰)

علامہ رویانیؒ نے قضاء کی ذمہ داری کے سلسلہ میں چار طرح کے افراد کا ذکر کیا ہے:

۱۔ایک وہ، جس پر یہ ذمہ داری واجب ہے، یہ وہ شخص ہے، جو فقیہ اور امانت دار ہو اور اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا شخص اس ذمہ داری کا اہل نہ ہو، ایسے شخص پر یہ ذمہ داری واجب ہے: رجـل يـكـون مـن أهـل الـفقه، والأمانة، ولا يوجد في بلده من يصلح للقضاء غيره من أهله، فانه يتعين عليه فرضه، لأن الفرض على الكفايةاذالم يكن من يقوم به غيره أحد يتيعين عليه.

۲۔دوسرا وہ، جس کے لئے مستحب ہے، یہ وہ شخص ہے، جو فقیہ، امانت دار اور اہل اجتہاد میں سے ہو، البتہ اس کے شہر میں اس کے ہم مثل اور بھی ان صلاحیتوں کے حامل افراد موجود ہوں؛ لیکن یہ شخص فقیر ہو، بقدرِ کفاف روزی میسر نہ ہو، ایسے شخص کے لئے یہ ذمہ داری مستحب ہے، اسی طرح ایسے شخص کے لئے بھی مستحب ہے، جو قضاء کی مطلوبہ صلاحیتوں کا حامل ہو؛ لیکن گمنام ہو، کوئی اس کو جانتا نہ ہو، ایسے شخص کے لئے قضاء کی ذمہ داری قبول کرنا اور اس کا مطالبہ کرنا اس لئے مستحب ہے؛ تاکہ اس کے علم سے لوگوں کو نفع پہنچے: رجل يكون من أهل الفقه، والأمانة،والاجتهاد، وفي البـلـد مثله جماعة،الا أنه فقير لاكفاية له، فيتولى القضاء ليأخذ الرزق، وكذلك اذا كان لـه كـفـاية؛ ولـكنه خامل الذكر لايعرف، فيريد القضاء، ليعرف فينفع بعلمه، فيستحب له طلبه والدخول فيه.

۳۔تیسرا وہ شخص ہے، جس کے لئے اس ذمہ داری کا ترک مستحب ہے، یہ وہ شخص ہے، جو

---

(۲۹) نهاية المحتاج، كتاب القضاء: ۲۰۰/۸

(۳۰) الوسيط، كتاب أدب القضاء، الباب الأول: في التولية، والعزل: ۲۹۳/۴، حاشية الجمل، كتاب القضاء: ۳۵۲/۸

قضاء کی مطلوبہ صلاحیتوں کا حامل ہو، علم وفتوی میں وہ مرجعِ خلائق ہو، ایسے شخص کے لئے مستحب ہے کہ تعلیم دین اور فتوی کے کام مشغول رہے: رجل یکون من أهل الفقه، والأمانة، مكفيامعروفا بالعلم، يرجع اليه فی الفتوى، فالأولى له الاشتغال بتعليم العلم والفتيا.

۴۔ چوتھا وہ شخص ہے، جس کے لئے یہ ذمہ داری حرام ہے، یہ وہ شخص ہے، جو نرا جاہل ہو یا فاسق ہو، اس کے لئے اس ذمہ داری کا قبول کرنا جائز نہیں، اگر اس کو قاضی بنا بھی دیا جائے تو اس کا حکم نافذ نہیں ہوگا: الضرب الرابع الذی يحرم عليه القضاء، فهو أن يكون جاهلاًبالحكم، أو فاسقاً، فلا يحل لهماأن يتولياالقضاء، وان ولاهما، لا تصح أحكامهما، ولم تنفذ قضاياهما. (۳۱)

قضاء کی حقیقت

قضاء کا نفاذ ظاہری طور پر ہوتا ہے، باطنی طور پر نہیں کہ باطن کا مالک تو اللہ کی ذات ہے، قضاء کسی چیز کو نہ تو حلال کرسکتا ہے اور نہ ہی کسی چیز کو حرام، چنانچہ اگر قاضی کسی معاملہ میں گواہوں کی ظاہری عدالت کو دیکھتے ہوئے کسی کے حق میں فیصلہ کردے، حالاں کہ وہ چیز اس کی نہیں تھی، تو حقیقی طور پر اس کے لئے یہ چیز حلال نہ گی، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: انكم تختصمون الى، ولعل بعضكم أن يكون ألحن بحجته من بعض، فأقضى له بنحوما أسمع منه، فمن قضيت له من حق أخيه بشئ، فلا يأخذه، فانما أقطع له قطعة من النار. (۳۲) چنانچہ اگر قاضی گواہوں کی ظاہری عدالت کو دیکھتے ہوئے کسی خاتون کو (نکاح نہ ہونے کے باوجود) کسی کی منکوحہ قرار دیدے تو حقیقۃً وہ اس کی منکوحہ نہیں ہوجائے گی، اور نہ ہی اس سے استمتاع جائز ہوگا، عورت پر بھی اس سے دوری اختیار

---

(۳۱) بحر المذهب، كتاب القضاء: ۱۱/۱۱۷–۱۲۰

(۳۲) بخاری، كتاب المظالم، حدیث نمبر: ۲۴۵۸، مسلم، كتاب الأقضية، حدیث نمبر: ۴۴۴۸

کرنا لازم ہے۔

اسی طرح گواہوں کی ظاہری عدالت کو دیکھتے ہوئے اگر قاضی (طلاق نہ ہونے کے باوجود) کسی کی طلاق کا فیصلہ کردے تو حقیقۃً اسے طلاق نہیں سمجھا جائے گا اور شوہر کے لئے وطی جائز ہوگی؛ البتہ تہمت کے اندیشہ کی وجہ سے ایسا کرنا مکروہ ہوگا: **والقضاء ینفذ ظاهراً لا باطناً؛ لأنا مامورون باتباع الظاهر، والله یتولی السرائر، فلا یحل هذا الحکم حراماً، ولا عکسه، فلو حکم بشهادة شاهدین ظاهرهما العدالة، لم یحصل بحکمه الحل باطناً، سواءً المال وغیره، ... فاذا کان المحکوم به نکاحاً، لم یحل للمحکوم له الاستمتاع بها، وعلیها الامتناع، والهرب ماامکنها،... وان کان طلاقاً حل له وطؤهاباطناً ان تمکن منه، لکنه یکره؛ لأنه یعرض نفسه للتهمة، ویبقی التوارث بینهماللنفقة للحیلولة.** (۳۳)

قاضی کے لئے شرطیں

قاضی کے لئے درج ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔مسلمان ہونا: کسی قاضی کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو، کافر کسی مسلمان کا قاضی نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **لن یجعل الله للکافرین علی المومنین سبیلاً.** (۳۴) ’’اللہ تعالیٰ مومنوں پر ہرگز کافروں کا غلبہ نہ ہونے دے گا‘‘ اور اس لئے بھی کہ قضا کا اصل مقصد خصومات کا فیصل کرنا ہے، جب کہ کافر اس سے ناواقف ہوتا ہے کہ فیصلہ کس طرح کیا جائے: **أن القصد به فصل الاحکام، والکافر جاهل بها.** (۳۵)

۲۔مکلّف ہونا: قاضی کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مکلّف (عاقل وبالغ) ہو، چنانچہ

---

(۳۳) مغنی المحتاج: ۳۴۳-۳۴۴ (۳۴) النساء: ۱۴۱

(۳۵) مغنی المحتاج: ۳۰۸/۶

مجنون اور بچہ قاضی نہیں بن سکتے؛ کیوں کہ یہ اہلِ ولایت میں سے نہیں ہیں، اور جب یہ خود اہل ِ ولایت میں سے نہیں ہیں تو دوسروں کے والی کیسے بن سکتے ہیں؟ اور اگر خدانخواستہ یہ قاضی بنا بھی دئے گئے تب بھی ان کی ولایت باطل اور ان کے کئے ہوئے فیصلے غیر نافذ العمل ہونگے: لایجوز أن یکون القاضی صبیاً، ولامجنوناً، وولایتهماباطلة، وأحکامهمامردودة؛ لأن لکل منهمامولی علیه، فلایجوز أن یکون والیا. (۳۶)، علامہ رویانیؒ نے لکھا ہے کہ قاضی کے مکلّف ہونے میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ صحیح الفکر ہو، ذہین ہو، غفلت اور بھول چوک سے محفوظ رہتا ہو اور اپنی ذہانت سے مشکل مسائل کے حل کرنے پر قادر ہو: ویعتبر أن یکون صحیح التمییز، جید الفطنة، بعیداًمن السهو والغفلة، یتوصل بذکائه الی وضوح ماأشکل، وفصل ما أعضل. (۳۷)

۳۔ آزاد ہونا: قاضی کے لئے تیسری شرط یہ ہے کہ وہ آزاد ہو، غلام خواہ مدبر (جس کے آقا نے اپنی موت کے بعد آزادی کا پروانہ دے دیا ہو) ہو یا مکاتب (جس کے آقا نے کچھ متعین مال دے دینے پر آزادی کے لئے کہہ رکھا ہو)، یا جس کا بعض حصہ آزاد اور بعض حصہ غیر آزاد ہو، قاضی نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ یہ اہل شہادت میں سے نہیں ہیں، اوجب یہ شاہد نہیں بن سکتے تو قاضی تو بدرجۂ اولی نہیں بن سکیں گے، اور اگر خدانخواستہ یہ قاضی بنا بھی دئے گئے تب بھی ان کی ولایت باطل اور ان کے کئے ہوئے فیصلے غیر نافذ العمل ہونگے: لایجوز أن یکون القاضی عبداً، ولا مدبراً، ولامکاتباً، أومن کله رقیق، أو بعضه لنقصه کالشهادة، واذا قلد، کانت ولایته باطلة، وأحکامه مردودة؛ لأنه لم یجز أن یکون شاهداً، فأولی أن لا یکون قاضیاً. (۳۸)

---

(۳۶) المجموع: ۱۱/۲۲، مغنی المحتاج: ۳۰۸/۶

(۳۷) بحر المذهب: ۲۵۴/۱۱

(۳۸) المجموع: ۱۲/۲۲، حواشی ابن قاسم عبادی علی هامش حواشی الشروانی: ۱۰۶/۱۰، الحاوی الکبیر: ۱۵۴/۱۶، مغنی المحتاج: ۳۰۹/۶

۴۔ مذکر (مرد) ہونا: قاضی کے لئے چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ مرد ہو، چنانچہ عورت قاضی نہیں بن سکتی، اس سلسلہ میں حضرت ابوبکرہؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں آپ ﷺ فرمایا: لن یفلح قوم، ولوا أمرھم امرأۃً. (۳۹) دوسرے اس وجہ سے بھی وہ قاضی نہیں بن سکتی کہ وہ مردوں کے مقابلہ میں (عمومی طور پر) ناقص العقل ہوتی ہیں، جیسا کہ خود آپ ﷺ نے فرمایا: مارأیت من ناقصات عقل ودین، أذھب للب الرجل الحازم من احداکن. (۴۰) اور کارِ قضا میں عقل کامل کی ضرورت ہوتی ہے؛ اس لئے وہ قاضی نہیں بن سکتی: لاتولی امرأۃ ولایۃ ولاقضاء، لحدیث ابی بکرۃؓ، ....ولأن النساء ناقصات عقل ودین ، والنقص یمنعھا من انعقاد الولایات کالامامۃ. (۴۱)

۵۔ عادل ہونا: منصبِ قضاء پر فائز ہونے والے شخص کے لئے امانت دار ہونا نہایت ضروری ہے کہ قضاء کا سارا مدار ''عدل'' پر ہی قائم ہے، اسی کے ساتھ ساتھ محرمات سے بچنے اور گناہوں سے احتراز کرنے والا ہو، شک وشبہ سے دور، خوشی اور غصہ کی حالت میں اپنے اوپر قابو رکھنے والا، ہمیشہ حق بات کہنے والا اور صرف دینی احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والا ہو، فاسق قاضی نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے شہادت کے لئے عدالت کی شرط رکھی ہے تو قضاء کے لئے تو بدرجۂ اولیٰ یہ شرط رہے گی: یکون القاضی ظاھر الأمانۃ، عفیفاً عن المحارم، متوقیاً للمأثم، بعیداًعن الریب، مامونافی الرضا والغضب، لایحید عن الحق، ولا ینصاع الا لأحکام الدین،أما الفسق، فمنع من قبولہ فی القضاء؛ لأنہ تعالیٰ جعل العدالۃ شرطاًفی الشھادۃ، فأولیٰ أن تکون فی القضاء. (۴۲) أن یکون صادق اللھجۃ، مستعملاً لمروء ۃ مثلہ

(۳۹) بخاری، کتاب المغازی، حدیث نمبر: ۴۴۲۵
(۴۰) بخاری باب الحیض،باب ترک الحائض الصوم، حدیث نمبر: ۳۰۴
(۴۱) المجموع: ۱۲/۲۲ ، تحفۃ المحتاج: ۴/۳۴۴، مغنی المحتاج: ۶/۳۰۹،حواشی الشروانی: ۱۰/۱۰۶ ، الحاوی الکبیر، شروط جواز ولایۃ القضاء: ۱۶/۱۵۶
(۴۲) المجموع: ۲۲/۱۳

فی دینه. (۴۳)

۶۔ سمیع (سننے والا) ہونا: قاضی کے لئے چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ سننے پر قادر ہو، چنانچہ بہرا قاضی نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ وہ اقرار اور انکار کے درمیان تمیز نہیں کرسکتا، البتہ اگر اونچی آواز میں سن سکتا ہو تو تقلیدِ قضاء جائز ہے: **(سمیع) فلا یتولی أصم لایسمع شیئاً؛ لأنه لایفرق بین اقرار وانکار، بخلاف من یسمع بالصیاح.** (۴۴)

۷۔ بصیر (دیکھنے والا) ہونا: قاضی کے لئے ساتویں شرط یہ ہے کہ وہ دیکھنے پر قدرت رکھتا ہو، چنانچہ نابینا شخص قاضی نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ وہ فریق (خصوم) اور گواہ (شہود) کے مابین فرق نہیں کرسکتا: **ولا یجوز أن یکون القاضی أعمیٰ؛ لأن الأعمیٰ لایعرف الخصوم والشهود.** (۴۵)؛ البتہ ایسا شخص قاضی بن سکتا ہے، جو بہت قریب سے دیکھ کر فرق کرسکتا ہو، اسی طرح وہ شخص بھی قاضی بن سکتا ہے، جو دن میں دیکھ سکتا ہو؛ لیکن رات میں نہ دیکھ سکتا ہو: **أما اذا کان یعرف الصور، اذاقربت منه، صح، وکذا من کان یبصر نهاراً دون من یبصر لیلاًفقط، کماقال الأذرعی.** (۴۶)

تنبیہ: اگر قاضی بینہ سننے کے بعد بینائی سے محروم ہوجائے تو صحیح قول کے مطابق اس واقعہ میں وہ فیصلہ کرسکتا ہے: **لو سمع القاضی البینة، ثم عمی، قضیٰ فی تلک الواقعة علی الأصح.** (۴۷)

۸۔ بولنے پر قدرت ہونا: قاضی کے لئے آٹھویں شرط یہ ہے کہ وہ بولنے پر قادر ہو، چنانچہ گونگا شخص، اگرچہ کہ اس کا اشارہ سمجھا جاسکتا ہو، قاضی نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ وہ احکام کو نافذ کرنے

---

(۴۳) الحاوی الکبیر: ۱۵۸/۱۶

(۴۴) نهایة المحتاج: ۲۳۸/۸، حاشیة الجمل: ۳۵۷/۸، المجموع: ۱۳/۲۲

(۴۵) التهذیب: ۱۶۷/۸ (۴۶) المجموع: ۱۳/۲۲، الحاوی الکبیر: ۱۵۵/۱۶

(۴۷) حواشی الشروانی: ۱۰۷/۱۰

کی طاقت نہیں رکھتا، البتہ ابن سریجؒ نے مفہوم الاشارۃ (جس کی بات اشارہ سے سمجھی جاسکتی ہو) شخص کے قاضی بننے کو جائز قرار دیا ہے: **أما الأخرس، فلایجوز تقلیده القضاء، وان فهمت اشارته لعجزه من تنفيذ الأحكام، وجوز ابن سريج تقليده، اذاكان مفهوم الاشارة.** (۴۸)

۹۔قضاء سے متعلق ذمہ داریوں کو انجام دینے کی صلاحیت: یعنی پورے طور پر بیدار مغز ہو، حق کی تنفیذ کی طاقت رکھتا ہو، چنانچہ غفلت اور کوتاہی برتنے والا قاضی نہیں بن سکتا: **أن يكون ذايقظة تامة، وقوة على تنفيذ الحق، فلا يولى مغفل، ومختل نظر بكبر، أومرض.** (۴۹)، اسی طرح قاضی کو مضبوط دل والا ہونا چاہئے، چنانچہ بزدل شخص قاضی نہیں سکتا: **لايكون ضعيف النفس جباناً.** (۵۰)

۱۰۔مجتہد ہونا: مجتہد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے احکام سے متعلق آیات واحادیث سے واقف ہو، اسی طرح ان کے خاص، عام، مجمل، مفسر، مطلق، مقید، ناسخ، منسوخ، حدیثِ متواتر، مرسل، متصل، قوی اور ضعیف کی بھی جان کاری ہو، صحابہ اور تابعین کے اجماعی اور اختلافی مسائل کی جان کاری ہو، قیاس اور اس کے احکام سے باخبر ہو، اسی طرح لغت ِعرب اور اس کے متعلقات کا بھی علم ہو؛ چنانچہ جو شخص ان سے ناواقف ہو، وہ قاضی نہیں بن سکتا: **مجتهد: وهوأن يعرف من القرآن والسنةمايتعلق بالأحكام، وخاصه، وعامه، ومجمله، ومبينه، وناسخه، ومنسوخه، ومتواتر السنةوغيره، والمتصل، والمرسل، وحال الرواة قوةً وضعفاً، ولسان العرب لغةً، ونحواً، وأقوال العلماء من الصحابة فمن بعدهم اجماعاً واختلافاً، والقياس بأنواعه.** (۵۱)

توجہ طلب مسئلہ: مجتہد ہونے کے لئے جن شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، آج ان تمام شرطوں کا

---

(۴۸) المجموع: ۱۳/۲۲ (۴۹) نهاية المحتاج: ۳۰۲/۸
(۵۰) مغنی الحتاج: ۳۱۰/۶ (۵۱) منهاج الطالبین: کتاب القضاء: ۳۹۴/۳–۳۹۵

کسی ایک فرد کے اندر پایا جانا محال ہے، تو کیا نظامِ قضاء تعطل کا شکار رہے گا؟ امام غزالیؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ ایسے موقع پر شان و شوکت اور طاقت والا بادشاہ قضاء کی ذمہ داری جس کے بھی سپرد کرے گا، اس کا حکم نافذ ہوگا؛ تاکہ عوام الناس کی مصلحتیں تعطل کی نذر نہ ہوجائیں: **والوجه القطع بتنفيذ قضاء من ولاه السلطان ذوالشوكة، كيلا تتعطل مصالح الخلق.** (۵۲)، امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ امام رافعیؒ نے "**المحرر**" میں امام غزالی کے اس قول پر جزم کا اظہار کیا ہے، خود امام نوویؒ نے اس قول کو "**هذا حسن**" سے تعبیر کیا ہے (۵۳)۔

قاضی کے لئے چند مستحب صفات

قاضی کے لئے درج ذیل چیزیں مستحب ہیں:

۱۔ قریشی ہونا۔

۲۔ باوقار ہونا۔

۳۔ حلیم و بردبار ہونا۔

۴۔ ذہین و فطین ہونا۔

۵۔ بیدار مغز ہونا۔

۶۔ اعضاء و حواس کا درست ہونا۔

۷۔ قناعت پسند ہونا۔

۸۔ بغض و عداوت سے خالی ہونا۔

۹۔ کامل عقل والا ہونا۔

---

(۵۲) الوسيط فى المذهب: ۲۹۷/۴

(۵۳) روضة الطالبين: ۹۸/۱۱

۱۱۔ راست گو ہونا(۵۴)۔

۱۲۔ علاقائی زبان سے واقف ہونا۔

۱۳۔ سخت مزاج نہ ہونا۔

۱۴۔ بزدل نہ ہونا(۵۵)۔

تولیت قضاء

تولیت قضاء کا مطلب یہ ہے کہ ولایتِ قضاء کی ذمہ داری کسی کے سپرد کیا جائے، اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ ذمہ داری کون کس کے سپرد کرے گا؟ پھر کس چیز کے متعلق یہ ذمہ داری ہوگی؟ اُس ذمہ داری کا دائرۂ کار کیا ہوگا؟ انھیں مسائل کے پیش نظر فقہاء نے اس کے لئے درج ذیل شرطیں رکھی ہیں:

ا۔ مولّیٰ: مولی سے مراد خلیفۃ المسلمین ہے، خلیفۃ المسلمین ہونے کی وجہ سے اسے ولایتِ عامہ حاصل ہے؛ لہٰذا اسی کی طرف سے تقلید درست ہوگی: **أما الأصل: فهو الامام المستخلف على الأمة، فتقليد القضاء من جهته فرض يتعين عليه لدخوله فى عموم ولايته.** (۵۶)، اسی دائرہ میں قاضیٔ اقلیم بھی آتا ہے کہ جب تنہا تمام علاقوں کے لوگوں کے مقدمات خود دیکھنا ممکن نہ ہوتو اس صورت میں دوسرے علاقے کے لئے قاضی مقرر کردے، اسی طرح خلیفہ بہت دور ہوتو بھی قاضیٔ اقلیم دوسرے کو قاضی بنا سکتا ہے: **وأما الفرع: فهو قاضى الاقليم، اذا عجز عن النظر فى**

---

(۵۴) ويندب أن يتولىٰ القضاء من قريش، وأن يكون ذو حلم، وتثبت، ولين، وفطنة، وتيقظ، وصحة حواس، وأعضاء، وأيكون عارفاً بلغة البلاد الذى يقضى لأهله، قنوعاً، سليماً من الشحناء، صدوقاً، وافر العقل، ذاوقار وسكينة. (مغنى المحتاج: ۶/۲۱۲، تحفة المحتاج: ۴/۳۴۵، حواشى الشروانى: ۱۰/۱۰۷، روضة الطالبين: ۸/۸۵)

(۵۵) ويندب أن يكون شديداً بلاعنف، ليناً بلاضعف. (عمدة السالک، باب الأقضية، ص: ۲۲۷

(۵۶) الحاوى الكبير: ۱۶/۷

جميع النواحی، لزمه تقليد القضاء فيما عجز عن مباشرة النظر فيه، فان بعد الامام، تعين فرض التقليد على القاضی.(۵۷)

اگرامام یا قاضیٔ اقلیم نہ ہوتو شہر کے اہلِ حل وعقد کی طرف سے قاضی کی تقرری عمل میں آسکتی ہے، چنانچہ زین الدین ملیباریؒ لکھتے ہیں: فان فقد الامام فتولية اهل الحل والعقد فی البلد، أو بعضهم مع رضا الباقين.(۵۸)

۲۔ مولّٰی: مولٰی سے مراد وہ شخص ہے، جسے قضاء کی ذمہ داری سونپی جائے، (اس کے لئے کیا شرطیں ہیں؟ تفصیل کے ساتھ پیچھے گزر چکی ہیں)۔

۳۔ عمل: عمل سے مراد یہ ہے کہ امام جب کسی کو قضاء کی ذمہ داری سونپے تو اس طرح کے الفاظ سے سونپے: قلدتک قضاء البصرة، أو يقول: قلدتک قضاء الكوفة ليكون العمل معلوماً. ''میں نے تمہیں بصرہ کے قضاء کی ذمہ داری سونپی، یا کہے: میں نے کوفہ کے قضاء کی ذمہ داری تمہیں سونپی؛ تاکہ دائرۂ عمل معلوم ہوجائے''؛ چنانچہ اگر قلدتک قضاء البصرة، أو الكوفة کہے تو دائرۂ عمل کے مجہول ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہوگا: وأما الشرط الثالث: وهو العمل: فيلزم الامام أن يبعث على البلد الذی يقلده قاضياً، فيقول: قلدتک قضاء البصرة، أويقول: قلدتک قضاء الكوفة ليكون العمل معلوماً، فان قال: قلدتک قضاء البصرة، أو الكوفة، لم يجز للجهل بالعمل.(۵۹)

۴۔ نظر: نظر سے مراد یہ ہے کہ امام قاضی کو کن معاملوں کے فیصلہ کے لئے مقرر کر رہا ہے؟ اگر عمومی طور پر مقرر کر رہا ہے تو قضاء سے متعلق تمام چیزوں (بیع، نکاح، حقوق ملکیت، وصیت،

(۵۷) الحاوی الكبير: ۷/۱۶ (۵۸) فتح المعين، باب القضاء: ۲۸۳/۲

(۵۹) الحاوی الكبير: ۱۳/۱۶

اوقاف، اقامت حد وغیرہ) پر فیصلہ کرے گا؛ لیکن اگر کسی خاص معاملہ کی ذمہ داری ہی قاضی کے سپرد کیا گیا ہے تو دوسرے معاملہ میں فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔(٦٠)

مذکورہ چیزوں کے ساتھ ساتھ امام یا حاکم یہ بھی کرے کہ جب کسی کو قاضی بنائے تو اسے ایک دستاویز (وثیقہ) لکھ کر دے، جس میں اس شخص کو مقدمات فیصل کرنے کی اجازت ہو، حضور اکرام ﷺ نے جب حضرت عمرو بن حزمؓ کو قاضی بنا کر یمن بھیجا تھا تو ایک وثیقہ لکھ کر دیا تھا،(٦١)، اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے حضرت انسؓ کو بحرین بھیجا تو انھوں نے بھی ایک وثیقہ لکھ کر دیا، (٦٢)

امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کے امیر شریعت اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر قاضی کو جو سند دیتے ہیں، وہ اس طرح ہے:

يقول العبد الضعيف...... أمير الشرعيةلولاية بيهار، واريسة ، لما ظهر عندى صلاح الأخ مولانا...... وعدالته، وكفايته لأمور القضاء مع ماعلمه الله تعالىٰ من علم الأحكام ، والوقوف على الحلال والحرام، وليته ولاية القضاء بين المسلمين بهٰذا المنشور، ونصبته فى ناحية ...... من نواحى...... ، ليسمع الدعوى، وجواب المدعى عليه، وشهادة الشهود، ثم يتوسط بينهما بتراضيهما، فان صلح الأمر فبها، والا فير سل بكل ذلك الى قاضى الشريعة، ليفصل بينهما، وأوصيه أن يتأمل فى كل حادثةتأملاً شافياً، ولا يحامى شريفاً لشرفه، ولا يظلم ضعيفاًلضعفه، وأمرته بطاعة الله وتقواه فى

---

(٦٠) الحاوى الكبير: ١٦/١٨—٢٠

(٦١) نسائى، كتاب القسامة، والقود، والديات، باب ذكر حديث عمروبن حزم فى العقول، واختلاف الناقلين له، حديث نمبر: ۴۸۵۷

(٦٢) بخارى، كتاب الزكوٰة، باب زكوٰة الغنم، حدیث نمبر: ۱۴۵۴، طبقات ابن سعد، ذكربعثة رسول الله ﷺ الرُسل بكتبه الى الملوک.....: ١/٢٦٧،ط: دارصادربيروت ١٩٩٨ء

جمیع أحواله سراً وعلانیةً، وأن یأتی بأوامره، وینتهی بزواجره، فهٰذا عهدی الیه، والله الموفق.

نیابت قضاء

امام وحاکم (امیر شریعت) کے لئے مستحب ہے کہ جب وہ ولایتِ قضاء کی ذمہ داری کسی کے سپرد کرے تو قاضی کو اپنا جانشین بنانے کی اجازت دیدے؛ تاکہ مقدمات فیصل کرنے میں آسانی ہو، اور جہاں پر عوام کی تعداد زیادہ اور قضاء کا کام پھیلا ہوا ہو، وہاں جانشین بنانے کی اجازت دینا اور زیادہ مؤکد ہے: ویندب للامام اذا ولی قاضیاً أن یأذن له فی الاستخلاف؛ لیکون له أسهل، وأسرع الی فصل الخصومات، ویتأکد عند اتساع العمل، وکثرة الرعیة. (۶۳)

لیکن اگر امام جانشین بنانے سے صراحۃً منع کردے تو پھر قاضی کے لئے کسی کو جانشین بنانا درست نہیں؛ البتہ اگر امام کچھ نہ کہے تو جانشین بنانے اور نہ بنانے کے سلسلہ میں تین وجہیں ہیں:

۱۔ جانشین نہیں بنا سکتا؛ کیوں کہ اسے اس کی اجازت نہیں دی گئی ہے، دوسرے اس لئے بھی کہ حضرتِ امام شافعیؒ کے نزدیک قضاء میں تجزی جائز ہے؛ چنانچہ اگر امام نے کسی کو صرف مردوں کے مقدمات دیکھنے اور فیصل کرنے کا اختیار دیا ہے، عورتوں کے مقدمات کا نہیں یا صرف مالی حقوق کے فیصلہ کا اختیار دیا ہے، جانی حقوق کا نہیں تو ایسی ولایت کا نفاذ ہوگا، اسی طرح جانشین بنانے کا مسئلہ بھی ہے: أنه یمتنع؛ لأنه لم یفوض الیه، وولایة القضاء عند الشافعی تتجزأ، حتی لو فوض الیه قضاء الرجال دون النساء، أو قضاء الأموال دون النفوس... نفذ عندنا. فکذلک اذالم یفوض الیه الاستخلاف.

---

(۶۳) مغنی المحتاج: ۳۱۳/۶، نهایة المحتاج: ۲۰۵/۸

۲۔ امام کے کچھ نہ کہنے کی صورت میں عرف وعادت کو دیکھتے ہوئے جانشین بنانے کی اجازت ہوگی:أن المطلق ينزل على المعتاد، فيجوز له الاستخلاف.

۳۔ اگر قضاء کا کام پھیلا ہوا ہو اور تنہا انجام دینا دشوار ہو تو جانشین بنانے کی اجازت ہوگی، ورنہ نہیں:أنه ان اتسعت خطة الولاية بحيث لا يقدر على القيام بنفسه جاز، والا فلا.(۶۴)

نائب قاضی کے لئے شرطیں

اصح قول کے مطابق قاضی کے لئے مذکورہ تمام شرطیں، نائب قاضی کے لئے بھی شرط ہیں، البتہ اگر نیابت کسی خاص معاملہ کے بارے میں ہو، مثلا: بینہ کی سماعت کے لئے ہو تو اب اس خاص معاملہ سے متعلق علم (بینہ کے بارے میں جانکاری) کافی ہے:اذالم يفوض اليه امضاء الحكم؛ بل سماع البينة ونقلها، فلايشترط منصب الاجتهاد؛ بل العلم اللائق بأحكام البينات.(۶۵)

ایک سے زائد قاضی کی تقرری

ایک ہی شہر میں الگ الگ جگہوں کے لئے علاحدہ علاحدہ قاضی کی تقرری عمل میں آسکتی ہے، اسی طرح امام کسی ایک فرد کے لئے الگ اور دوسرے فرد کے لئے الگ قاضی مقرر کرسکتا ہے، اسی طرح ایک زمانہ (سردی) میں ایک اور دوسرے زمانہ (گرمی) میں دوسرے کو قاضی بنا سکتا ہے؛ کیوں کہ قاضی امام کا نائب ہوتا ہے، لہٰذا امام کے قول کے موافق قاضی کی تقرری ہوگی؛ البتہ راجح قول کے مطابق ایک ہی شخص کے لئے، ایک ہی جگہ اور ایک ہی وقت میں ایک سے زائد قاضی کی تقرری جائز نہیں:يجوز للامام أن يجعل قضاء بلد الى اثنين وأكثر، على أن يحكم كل

---

(۶۴) الوسیط فی المذھب: ۲۹۷/۴

(۶۵) الوسیط: ۲۹۷/۴، نیز دیکھئے:الفقه الميسر الشافعي للزحيلي: ۵۹۲/۲

واحدمنهم فی موضع، ویجوز أن یجعل الی احدهماالقضاء فی حق، والی الآخر فی حق اٰخر، والی أحدهما فی زمان والی الأخر فی زمان أخر؛ لأنه نیابة عن الامام، فکان علی حسب الاستنابة، والراجح أنه لایجوز تعدد القضاء فی مکان واحد فی حق واحد وزمان واحد.(٦٦)

ولایتِ قضاء کب ختم ہوجاتی ہے؟

درج ذیل چیزوں کے پائے جانے سے ولایتِ قضاء ختم ہوجاتی ہے:

۱۔ارتداد: قاضی اگر (نعوذ باللہ) دین اسلام کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرلے تو اس کی ولایت ختم ہوجائے گی: **الردة؛ لأنه بذلک یخرج من الاسلام، ویصبح کافراً، والکافر لا ولایة له علی المسلمین.**(٦٧)

۲۔جنون ومدہوشی طاری ہونا: قاضی کو اگر جنون لاحق ہوجائے، خواہ قاضی کا یہ جنون عارضی ہو یا دائمی، اور خواہ افاقہ کا زمانہ جنون کے زمانہ سے کم ہو یا زائد، بہرصورت ولایتِ قضاء ختم ہوجائے گی: **(جن قاض) أطبق، أو تقطع، کمایقتضیه اطلاقهم**(٦٨)**، وان قل الزمان.**(٦٩)

۳۔نابینا، گونگا یا بہرا ہوجانا: قاضی کی بینائی، گویائی یا قوتِ سماعت ختم ہوجائے تو اہلیت کے فوت ہوجانے کی وجہ سے ولایت ختم ہوجائے گی: **(أو أعمی) وفی معنی العمی: الخرس، والصم.** (٧٠)

۴۔اہلیتِ اجتہاد کا ختم ہوجانا: ضبطِ مسائل میں کمی اور غفلت ونسیان کے طاری ہوجانے

---

(٦٦) الفقه المیسر الشافعی: ۵۹۳/۲، روضة الطالبین، باب فی التولیة والعزل: ۱۰۷/۸

(٦٧) الفقه المنهجی: ۵۵۲/۳ (٦٨) مغنی المحتاج: ۳۱۷/٦

(٦٩) نهایة المحتاج: ۲۴۴/۸ (٧٠) نهایة المحتاج: ۲۴۴/۸، روضة الطالبین: ۱۰۸/۸

سے بھی ولایتِ قضاء ختم ہوجاتی ہے؛ کیوں کہ ایسی صورت میں فیصلہ میں فروتر کا امکان ہوتا ہے: وزوال الأهلية، وذلک کأن یعتریه جنون .... أوذهبت أهلية اجتهاده وضبطه للأمور.(۷۱)

۵۔فاسق ہونا: فاسق کی ولایت بھی عدمِ اہلیت کی وجہ سے ختم ہوجاتی ہے:أما القاضی اذافسق، وجب علی الامام عزله، وقطع الفقهاء المعتبرون بانعزاله.(۷۲)

مذکورہ بالا وجوہات کی بنیاد پر جب ولایتِ قضاء ختم ہوجاتی ہے تو ان وجوہات کے ختم ہونے کی وجہ سے ولایت امام کی اجازت کے بغیر لوٹتی نہیں ہے۔

۶۔معزولی: اگر امام قاضی کے اندر کوئی خلل دیکھ کر اسے معزول کردے تو اس قاضی کی ولایت ختم ہوجائے گی: فان ظهر منه خلل، فللامام عزله.(۷۳)

۷۔موت: موت کی وجہ سے بھی قاضی معزول ہوجاتا ہے:وینعزل بموته.(۷۴)؛لیکن بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ وفات کی وجہ سے قاضی معزول نہیں ہوتا؛ بل کہ قضاء کی ولایت اختتام کو پہنچ جاتی ہے:وبحث بعضهم أن الموت لیس بعزل؛ بل ینتهی به القضاء.(۷۵)

آدابِ قضاء

۱۔قاضی کے لئے مستحب ہے کہ وہ شہر کے بیچوں بیچ بیٹھے؛ تا کہ ہر طرف سے لوگوں کا پہنچنا آسان ہو:یستحب أن ینزل فی وسط البلد، لتساوی الناس فی القرب منه.(۷۶)

---

(۷۱) الفقه المنهجی: ۵۵۲/۳ (۷۲) الوسیط: ۲۹۸/۴
(۷۳) روضة الطالبین: ۱۰۹/۸ (۷۴) منهاج الطالبین: ۳۹۸/۳
(۷۵) حواشی الشروانی: ۱۲۳/۱۰
(۷۶) التهذیب فی فقه الامام الشافعی للبغوی: ۱۷۰/۸

۲۔ فیصلہ کے لئے ایسی کشادہ اور وسیع جگہ کا انتخاب کرے، جہاں ہر کوئی اسے دیکھ سکتا ہو، پردہ کے اندر نہ بیٹھے؛ البتہ اگر بھیڑ کی وجہ سے فیصلہ کرنے میں دشواری ہورہی ہو تو پردہ بھی ڈال سکتا ہے، اور دربان بھی متعین کرسکتا ہے، جو لوگوں کو بالترتیب قاضی کے روبرو حاضر کرے: یجلس للحکم فی مکان بارز للناس، یراہ کل أحد، لایکون دونہ حجاب، الاأن یزدحم الناس علیہ، فیجعل بینہ وبینھم حجاباً ونواباًیدخل علیہ الخصوم علی الترتیب۔(۷۷)

۳۔ مستحب ہے کہ قاضی بیٹھنے کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کرے، جہاں گرمی کے دنوں میں نہ سخت گرمی ہوتی ہو اور نہ سردی کے دنوں میں سخت سردی، اسی طرح وہ جگہ تیز ہواؤں کی گزرگاہ نہ ہو: یستحب أن یجلس القاضی للقضاء فی مکان نزہ، ان کان صیفاً لایکون حاراً، وان کان شتاء، لایکون بارداً یؤذیہ الحر والبرد، ولایکون مھباً للریاح۔(۷۸)

۴۔ مجلسِ قضاء اتنی کشادہ ہونی چاہئے کہ فریقین کسی طرح کی تنگی محسوس کئے بغیر سکون کے ساتھ بیٹھ سکیں، اسی طرح بوڑھے اور بوڑھیوں کو وہاں (بھیڑ کی وجہ سے) بیٹھنے میں دشواری کا احساس نہ ہو: یستحب أن یکون المجلس فسیحاً، لایتأذی بضیقہ الخصوم، ولا یزاحم فیہ الشیوخ والعجوز۔(۷۹)

۵۔ ابوعبید حربویہ اور دوسرے اصحاب نے یہ بھی مستحب قرار دیا ہے کہ قاضی اونچی جگہ پر گاؤتکیوں سے مزین فرش (مسند) پر بیٹھے؛ تاکہ وہ ہر ایک کو دیکھ سکے اور ہر داخل ہونے والا اسے پہچان لے اور فریقین کے دلوں پر قاضی کا رعب بیٹھ جائے اور یہ چیز (زیادہ دیر بیٹھنے کی صورت میں) خود قاضی کے لئے بھی سہولت کا باعث بنے گی: استحب ابوعبید حربویہ وغیرہ من

(۷۷) التھذیب فی فقہ الامام الشافعی للبغوی: ۱۷۱/۸

(۷۸) التھذیب فی فقہ الامام الشافعی للبغوی: ۱۷۱/۸

(۷۹) التھذیب فی فقہ الامام الشافعی للبغوی: ۱۷۲/۸

الأصحاب أن يكون موضع جلوسه مرتفعاً كدكة ونحوها، ليسهل عليه النظر الى الناس،وعليهم المطالبة، وحسن أن يوطأ له الفراش، وموضع الوسادة، ليعرفه الداخل، ويكون أهيب عند الخصوم، وأرفق بالقاضی لئلا يمل. (۸۰)

۶۔مجلسِ قضاء میں قاضی کو قبلہ رو بغیر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھنا چاہئے: والمستحب أن يكون مستقبل القبلة، ولا يتكئ. (۸۱)

۷۔فیصلہ کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے صحیح فیصلہ کی توفیق مانگنا بھی مستحب ہے: يستحب أن يدعو بالتوفيق والتسديد. (۸۲)

۸۔قاضی مجلسِ قضاء میں سواری پر سوار ہو کر آئے: أن يأتی مجلس القضاء راكباً. (۸۳)

۹۔عرف وعادت کے مطابق عمدہ کپڑا (پگڑی وجبہ وغیرہ) زیب تن کرنا چاہئے: أن يستعمل ماجرت به العادة من العمامة والطيلسان. (۸۴)

۱۰۔مجلسِ قضاء میں حاضر ہونے کے بعد پہلے دائیں جانب، پھر بائیں جانب سلام کرنا بھی مستحب ہے: ويندب أن يسلم على الناس يميناً وشمالاً. (۸۵)

۱۱۔مجلس میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے، اگر مجلس مسجد میں ہے تو مکروہ اوقات میں بھی پڑھ سکتا ہے کہ یہ تحیۃ المسجد ہو جائے گی؛ لیکن اگر مجلس مسجد سے کہیں باہر ہو تو مکروہ اوقات میں نہ پڑھے: يصلی عند التأهب للجلوس ركعتين، فان [كان] جلوسه فی المسجد، كانت صلاته تحية، تجوز فی أوقات النهی، وان كانت فی غير المجلس، لايصليها فی أوقات النهی. (۸۶)

---

(۸۰) روضة الطالبين: ۱۳۸/۱۱
(۸۱) روضة الطالبين: ۱۳۸/۱۱
(۸۲) روضة الطالبين: ۱۳۸/۱۱
(۸۳) مغنی المحتاج: ۳۳۳/۶
(۸۴) مغنی المحتاج: ۳۳۳/۶
(۸۵) مغنی المحتاج: ۳۳۳/۶
(۸۶) بحر المذهب للرويانی: ۱۴۹/۱۱–۱۵۰

۱۲۔بھوک، پیاس،غم،خوشی،غصہ،مرض،اونگھ،گھٹن کی کیفیت،تکلیف دہ گرمی،سخت سردی اور قضائے حاجت کے وقت فیصلہ نہ کرے؛لیکن اگر قاضی ایسی حالت میں فیصلہ کردیتا ہے تو قاضی کا کیا ہوا فیصلہ نافذ ہوگا:**ولا يقضي وهو غضبان، ولاجائع، ولاعطشان، ولا مهموم، ولافرحان، ولامريض، ولا نعسان، ولاحاقن، ولاضجران، ولافي حر مزعج، ولا برد مؤلم،فان فعل نفذحكمه.** (۸۷)

۱۳۔مستحب یہ ہے کہ مسجد میں فیصلہ نہ کرے؛بل کہ مسجد میں فیصلہ کرنا اصح قول کے مطابق مکروہ ہے؛ کیوں کہ شور وہنگامہ،حائضہ عورتوں کی حاضری،اسی طرح بسا اوقات کفار کی حاضری کی وجہ سے مسجد کی حرمت پامال ہوتی ہے:**يستحب أن لايقضي في المسجد، وهل يكره؟ فيه وجهان: أحدهما: لا يكره، والثاني: وهو الأصح ، يكره ، لكثرة الفاشية، وارتفاع الصوت، وحضور الحيض، والكفار.** (۸۸)

۱۴۔دوسرے علماء وفقہاء سے مشورہ لینا بھی مستحب ہے،اگر تمام علماء کا کسی مسئلہ پر اتفاق ہوجائے تو اسی پر فیصلہ کرے؛لیکن اگر اختلاف رائے ہوجائے تو بہترین قول کا انتخاب کرکے اپنی صواب دید سے فیصلہ کرے:**يندب للقاضي أن يستعين بمشاورة الفقهاء لمعرفة اشكالات القضايا، لقوله تعالىٰ: وشاورهم في الأمر﴿اٰل عمران: ۱۵۹﴾، فان اتفق رأى الفقهاء على شئ، قضى به، وان اختلفوا أخذ بأحسن أقوالهم، وقضى بمارااه صواباً.** (۸۹)

۱۵۔تادیب کے لئے ضرورۃً ایک درہ(کوڑا) بھی قاضی رکھ سکتا ہے،جیسا کہ حضرت عمرؓ رکھا کرتے تھے: **يستحب للقاضي أن يكون له درة للتاديب، اقتداءً بعمر رضي الله عنه اذا أدى اليه اجتهاده.** (۹۰)

---

(۸۷) عمدة السالک، ص: ۲۲۸، روضة الطالبين: ۱۲۳/۸

(۸۸) التهذيب: ۱۷۳/۸ (۸۹) الفقه الميسر الشافعي: ۵۹۹/۲

(۹۰) المجموع: ۳۳/۲۲

۱۶۔تعزیری سزا اور حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کے لئے قید خانہ بنوانا بھی مستحب ہے:یستحب للقاضی أن یتخذ سجناً، لأداء حق الله والآدمی، وللتعزیر.(۹۱)

۱۷۔مشغولیت کو دیکھتے ہوئے قاضی ایک کاتب بھی رکھ سکتا ہے، جو امورِ قضاء سے متعلق چیزیں لکھنے میں اس کی مدد کر سکے؛ البتہ کاتب درج ذیل شرطوں کا حامل ہونا چاہئے:

۱۔عادل ہو۔

۲۔عاقل ہو۔

۳۔ذہین ہو۔

۴۔سمجھدار ہو۔

۵۔خط واضح ہو۔

۶۔زبان درست ہو۔

۷۔حرص وہوس سے پاک ہو۔

۸۔محاضر وسجلات (دار القضاء کے رجسٹر) سے واقف ہو۔

۹۔اس فن میں استعمال ہونے والے اصطلاحی الفاظ کی جانکاری ہو۔

۱۰۔مسلم ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں دو قول ہیں، (۱) شرط ہے (۲) شرط نہیں ہے، ذمی کو بھی کاتب بنایا جا سکتا ہے؛ البتہ ذمی کے لکھنے کے بعد قاضی غور سے دیکھ لے، پھر دستخط کرے۔(۹۲)

---

(۹۱) المجموع: ۳۳/۲۲، الحاوی الکبیر: ۱۶/۱۹۹ (۱۵اور۱۶نمبر اسلامی حکومت کے لئے خاص ہے)

(۹۲) یستحب للقاضی أن یتخذ کاتباً ینوب عنه فی ضبط الأمور، لیتشاغل القاضی بالنظر.......واشترطوا فی کاتب القاضی العدالة.... کما اشترطوا أن یکون عاقلاً، حسن الفطنة، حتی لا یدلس علیه، أو یخدع، وأن یکون فقیهاً لیعلم صحة ما یکتبه من فساد، وذا معرفة بأمور الکتابة=

قاضی کے لئے مکروہ اور نہ کرنے کے امور

قاضی کے لئے مکروہ ہے کہ وہ خود سے بیع وشراء کرے؛ کیوں کہ ایسی صورت میں وہ بائع کی طرف سے سہولت ونرمی سے محفوظ نہیں رہ سکتا، جس کے نتیجہ میں اس کا دل اس کی طرف جھک جانے کا امکان ہے؛ اس لئے اسے چاہئے کہ کسی غیر معروف شخص کو اپنا وکیل بنادے، جو اس کے لئے خرید وفروخت کیا کرے، اور اگر وکیل کے سلسلہ میں یہ بات مشہور ہو جائے کہ وہ قاضی کا وکیل ہے تو اسے بھی بدل دے اور دوسرے کو وکیل بنائے: ویکره للقاضی أن یبیع ویشتری بنفسه؛ لأنه لا یؤمن من أن یحابی فی البیع، فیمیل قلبه الی من حاباه، بل یوکل وکیلاً مجهولاً یبیع له ویشتری، فان عرف أنه وکیله، استبدله بمن لایعرف. (۹۳)؛ لیکن جب کوئی وکیل میسر نہ ہو تو اس وقت خود بھی خرید وفروخت کرسکتا ہے: فان لن یجد وکیلاً، عقد بنفسه للضرورة (۹۴)؛ البتہ اپنے اصول وفروع سے خرید وفروخت کر لینے کی گنجائش ہے: نعم، ینبغی أن یستثنی بیعه من أصوله، أوفروعه، لانتفاء المعنی، اذ لاینفذ حکمه لهم. (۹۵)

قاضی کے لئے ہدیہ قبول کرنا

قاضی کی عدالت میں جس شخص کا قضیہ پیش ہوا ہو، اس کا ہدیہ قبول کرنا قاضی کے لئے ہرگز

= من المحاضر والسجلات، واستعمال الألفاظ الموضوعة لهٰذاالفن، واضح الخط، فصیح اللسان، وأن یکون بعیداً عن الطمع، لایرتشی، فیحابی، وهل من شرطه أن یکون مسلماً؟ وجهان: أحدهما: یشترط فیه أن یکون مسلماً، والثانی: یستحب اتخاذه ذمیاً؛ لأن القاضی یقف علی مایکتبه الکاتب، ثم یمضیه، فیؤمن من الخیانة. (المجموع: ۳۸/۲۲)

(۹۳) التهذیب: ۱۷۳/۸، تحفة المحتاج: ۳۶۱/۴

(۹۴) نهایة المحتاج: ۲۵۴/۸، مغنی المحتاج: ۳۳۵/۶، روضة الطالبین: ۱۲۶/۸

(۹۵) حواشی الشروانی: ۱۳۶/۱۰

جائزنہیں، خواہ کم ہو یا زیادہ، اورخواہ وہ پہلے سے ہدیہ دیتا رہا ہو یا نہ دیتا رہا ہو؛ کیوں کہ اس سے ہدیہ قبول کرلینے میں طرفداری کا قوی امکان ہے: ثم ان کان المهدى خصومة فى الحال، حرم قبول هديته فى محل ولايته.(٩٦)

ایسے شخص کا ہدیہ قبول کرنا بھی جائزنہیں، جو ولایت سے پہلے ہدیہ نہیں دیا کرتا تھا: وحرم قبوله هدية من لاعادةله قبل ولايته.(٩٧) جو شخص ولایتِ قضاء سے پہلے ہدیہ دیتا تھا، اوراس کا ہدیہ اسی قیمت، اوراسی مقدار میں ہو، جو پہلے ہوا کرتی تھی اور بغیر کسی حاجت کے ہو تو اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے: أما اذاكانت له عادة بأن يهدى اليه قبل الولاية من ذى رحم، أو مودة فينظر: اذا كانت بغير حاجة، وبقدر قيمة ماكانت قبل الولاية، جاز قبولها، لانتفاء الظنة، وأما اذااقترنت بحاجة، فيمتنع قبولها عند الحاجة، لأن قبولها يعد ممايلة، واذاكان أكثر مماكان يهدى اليه، أوأرفع منه كأن يزيدفى هديته على قدرالعادة، منع من قبولها لخروجهاعلى المألوفة.(٩٨)

قاضی کے لئے ولیمہ میں شرکت

فریقین میں سے کسی ایک یا دونوں کی دعوت میں شریک ہونا قاضی کے لئے جائزنہیں، خواہ فریقین اس کے محلِ ولایت سے باہر کے ہوں؛ البتہ اگر کوئی شخص ولایتِ قضاء سے پہلے قاضی کی دعوت کرتا رہتا تھا، تو پھر اس کی دعوت قبول کرسکتا ہے: ليس للقاضى حضور وليمة أحد الخصمين حالةالخصومة، ولا حضور وليمتهما، ولوفى غير محل الولاية.(٩٩)

(٩٦) روضة الطالبين: ١٢٨/٨

(٩٧) منهج الطلاب على هامش حاشية الجمل: ٣٧٥/٨

(٩٨) المجموع: ٢٢/٢٤.٢٥، تحفة المحتاج: ٣٦١/٤

(٩٩) مغنى المحتاج: ٣٣٦/٦، حواشى الشروانى: ١٣٨/١٠، روضةالطالبين: ١٥١/٨

ولیمہ کی عام دعوت میں قاضی شریک ہوسکتا ہے، کسی خاص قوم کی دعوت میں شریک ہونے اور کسی قوم کی دعوت میں شرکت نہ کرنے کی اجازت نہیں؛ کیوں کہ ایسی صورت میں اس قوم کی طرف میلان اور ترکِ عدل کا شبہ ہوتا ہے، اگر دعوتوں کی کثرت ہوجائے اور کارِ قضاء میں کوتاہی آنے لگے تو پھر دعوتوں میں شرکت کے بجائے قضاء کے کاموں میں مشغول رہے گا؛ کیوں کہ دعوت پر قضاء کے کام کو مقدم کرنا ضروری ہے، کسی خاص شخص کی دعوت قبول کرنا درست نہیں کہ یہ تہمت سے خالی نہیں؛ البتہ اگر یہ خاص شخص قاضی بننے سے پہلے بھی دعوت دیا کرتا تھا تو اس کی دعوت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں: یجوز للقاضی أن یحضر الولائم العامة، ولا یخص فی الاجابة قوما دون قوم، لأن فی تخصیص بعضهم میلاً، وترکاً للعدل، فان کثر ت علیه، وقطعته عن الحکم، ترک الحضور فی حق الجمیع، لأن تقدیم القضاء علی اجابته الولیمةواجب، أما الولیمة الخاصة فیمتنع عنها، لأن اجابتهالاتخلو من التهمة، الا لمن اعتاده دعوة القاضی قبل القضاء.(۱۰۰)

مریض کی عیادت اور جنازہ میں شرکت

قاضی کے لئے مریض کی عیادت کرنے اور جنازہ میں شریک ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح کسی آنے والے کے استقبال کرنے کی بھی گنجائش ہے؛ کیوں کہ یہ چیزیں سنت ِرسول ہیں؛ البتہ مریض کی عیادت اور جنازہ میں شرکت امورِ قضاء کے لئے تاخیر کا باعث بنیں، تو ایسی صورت میں امورِ قضا میں مشغول ہونا بہتر ہے: ولایدع عیادة المریض، وشهود الجنائز، واستقبال القادم؛ لأنه سنة، ولایجب التعمیم فیه؛ لأن القصدمنها هو طلب الثواب لنفسه، ... ثم یعود المرضی، ویشهد الجنائز، اذا کان ذلک لایقطعه عن الحکم.(۱۰۱)

---

(۱۰۰) الفقه الشافعی المیسر: ۲ /۲۰۱، المجموع: ۲۲/ ۲۶، مغنی المحتاج: ۶/ ۳۳۶، حواشی الشروانی: ۱۰/ ۱۳۸، روضة الطالبین: ۸/ ۱۵۱

(۱۰۱) التهذیب: ۸/ ۱۷۵، روضة الطالبین: ۸/ ۱۵۱، المجموع: ۲۲/ ۲۶، مغنی المحتاج: ۶/ ۳۳۶

فیصلہ کی ترتیب

قاضی کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قیدیوں کے مقدمات کو دیکھے؛ کیوں کہ قید ایک طرح کا عذاب ہے اور ہوسکتا ہے کہ قیدیوں میں ایسا شخص بھی ہو، جس کو اب چھوڑا جانا واجب ہو اور نہ چھوڑنے کی صورت میں اس پر ظلم ہوگا۔

اس سلسلہ میں قاضی کا سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ تمام قیدیوں کے نام لکھ کر شہر میں اعلان کرائے کہ ان کے سلسلہ میں فلاں تاریخ، فلاں دن، اور اتنے بجے قاضی مقدمات کی جانچ پڑتال اور فیصلہ کرے گا، اگر کسی کا کوئی رشتہ دار ہو تو وہ مقررہ وقت پر دارالقضاء حاضر ہوجائے، پھر قاضی مقررہ وقت میں ان کے مقدمات کو دیکھے اور جن کو رہا کرنا واجب ہو، ان کو رہا کردے، ورنہ پھر واپس قید خانہ ڈال دے۔

دوسرے نمبر پر قاضی اوصیاء اور امناء کے مقدمات کو دیکھے گا؛ کیوں کہ یہ معاملات چھوٹے چھوٹے بچوں سے متعلق ہیں اور یہ بچے اپنے حقوق کا مطالبہ نہیں کرسکتے؛ لہٰذا قاضی ان کے حقوق کی فکر کرے گا۔

تیسرے نمبر پر لقطہ، گمشدہ سامان، اوقاف اور اس طرح کے عام مصالحِ مسلمین کے مقدمات **الأهم فالأهم** کی ترتیب کی رعایت کرتے ہوئے دیکھے گا؛ کیوں کہ ان کا کوئی متعین مستحق نہیں ہے؛ لہٰذا قاضی پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔(۱۰۲)

قاضی کا فیصلہ کب باطل ہوتا ہے؟

درج ذیل چار جگہوں پر قاضی کا فیصلہ باطل ہوجاتا ہے:

۱۔ جب قاضی کا فیصلہ کتاب اللہ، سنتِ متواتر اور اجماع کے خلاف ہو: أن يخالف نص

(۱۰۲) الوسيط: ۳۰۱/۴، المجموع: ۵۵/۲۲، الفقه الميسر الشافعي: ۲۰۳/۲

الکتاب، أوسنة متواترة، أواجماعاً.(۱۰۳)

۲۔ جب قاضی کا قیاس واجتہاد ایسی صحیح صریح خبر واحد کے خلاف ہو، جس کے اندر دوردراز کی تاویل کا احتمال ہو: أن یخالف قیاسه، واجتهاده خبر الواحدالصحیح الصریح الذی لایحتمل الاتأویلاً بعیداً.(۱۰۳)

۳۔ جب قاضی کا فیصلہ قیاس جلی کے خلاف ہو: أن یخالف القیاس الجلی.(۱۰۳)

۴۔ قیاس جلی کے مقابلہ میں ایسا قیاس ہو، جس کا مشار کسی شاذ واقعہ پر ہواور بہ تکلف ہی اس کی تلفیق ممکن ہو: أن یقاوم القیاس الجلی قیاس یستند الی واقعة شاذة لایمکن تلفیقه الابتکلف.(۱۰۳)

قاضی کا اپنے علم سے فیصلہ کرنا

اظہر قول کے مطابق قاضی اپنے ذاتی علم کی بنیاد پر حدوداللہ (زنا، چوری، شراب پینا) کے علاوہ میں فیصلہ کرسکتا ہے، حدود اللہ میں اپنے علم سے فیصلہ نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ مشہور قاعدہ ہے: **الحدودتدرأ بالشبهات.**(۱۰۴)، حدود شبہات کی وجہ ہٹا دئے جاتے ہیں، لہٰذا اس میں احتیاط کی زیادہ ضرورت ہے: والأظهر أن القاضی یقضی بعلمه، الافی حدودالله کالزنا، والسرقة، والمحاربة، والشرب، فلایقضی بعلمه فیها؛ لأنها تدرأ بالشبهات، ویندب سترها.(۱۰۵)

فریقین کے سلسلہ میں آداب

۱۔ جب فریقین مجلس قضا میں حاضر ہوں تو قاضی پہلے آنے والے کی بات سنے گا، الا یہ کہ

---

(۱۰۳) الوسیط: ۳۰۳/۴

(۱۰۴) الأشباه والنظائر، ص: ۱۵۹، ط: مؤسسة الکتب الثقافیة

(۱۰۵) مغنی المحتاج: ۳۴۵/۶

پہلے آنے والا فریق اپنی باری دوسرے فریق کو دیدے، ایسی صورت میں اس سے سنے گا: اذا حضر جماعة من الخصوم قدم الأسبق فالأسبق فی سماع دعواهم....وان ثبت السبق، فقدم السابق غیره علی نفسه، جاز؛ لأن ذلک حقه، فله ترکه.(١٠٦)

٢۔ اگر فریقین ایک ہی وقت مجلس میں پہنچیں اور پہلے اور بعد میں آنے والے کے درمیان فرق کرنا دشوار ہو تو قاضی قرعہ اندازی کے ذریعہ سے فرق کرے گا اور اگر فریقین کی تعداد بہت زیادہ ہو اور قرعہ اندازی دشوار ہو تو قاضی تمام لوگوں کا نام الگ الگ پرچیوں میں لکھ کر اپنے سامنے ڈال لے گا اور ایک ایک کر کے ناموں کی پرچی اُٹھاتا جائے گا، جس کے نام کی پرچی نکلے، اس کا دعوی سنے گا: وان جاؤوا معاً، أوجهل السبق، أقرع، فان کثروا، وعسر الاقراع، کتب أسماء هم فی رقاع، وصبت بین یدی القاضی، لیأخذهاواحدة واحدة، ویسمع دعوی من خرج اسمه فی کل مرة.(١٠٧)

٣۔ اگر بعد میں آنے والا فریق بیمار ہو اور زیادہ دیر تک بیٹھنا اس کے لئے تکلیف کا باعث ہو تو اس کی بات سننا اولیٰ ہے اور اگر وہ حاضر نہ ہوسکتا ہو تو اس کے مدعی علیہ ہونے کی صورت میں قاضی اس کے مقدمہ کو آگے بڑھائے گا؛ کیوں کہ اس صورت میں مطلوب ہونے کی وجہ سے وہ مجبور ہے، اور مدعی ہونے کی صورت میں قاضی اس کے مقدمہ کو آگے نہیں بڑھائے گا؛ کیوں کہ اس صورت میں وہ مخیّر ہے: أمااذاکان المسبوق مریضاً، ویستضر بالصبر، فهومعذور، وأولیٰ بالتقدم، وان رفض الحضور، قدمه القاضی ان کا مطلوباً؛ لأنه مجبر، ولم یقدمه اذاکان طالباً؛ لأنه مخیر.(١٠٨)؛ لیکن علامہ شبراملسی نے لکھا ہے کہ طالب اور مطلوب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے؛ کیوں کہ مریض کو مقدم کرنے کی اصل علت اسے لاحق ہونے والا ضرر ہے اور وہ

(١٠٦) التهذیب: ١٨٤/٨
(١٠٧) روضة الطالبین: ١٤٩/٨
(١٠٨) المجموع: ٦١/٢٢

دونوں کو ہوتا ہے: **ولا فرق بین کونه طالباً ومطلوباً ...(لأن) العلة فی تقدیمه دفع الضرر الحاصل له بالانتظار.**(١٠٩)

۴۔ اگر مسافر اور مقیم دونوں ایک ساتھ اپنا مقدمہ لے کر دار القضاء حاضر ہوں اور مسافر کے مقدمہ کو مؤخر کرنے میں اس کے لئے ضرر (گھر پہنچنے میں تاخیر ہو جانے) کا باعث بنے، خواہ مسافرین کی تعداد کم ہو یا زیادہ، قاضی پر ضروری ہے کہ پہلے اس کے مقدمہ کا فیصلہ کرے؛ کیوں کہ ان کے روکنے کی صورت میں ان کے لئے ضرر ہے، جب کہ مقیمین کے لئے کوئی ضرر نہیں۔

بعض حضرات نے اس مسئلہ میں مقیمین کی رضامندی کا اعتبار کیا ہے کہ اگر مقیمین مسافرین کے مقدمہ کو پہلے فیصلہ کر دینے پر راضی ہو جائیں تو ٹھیک ہے؛ ورنہ مقیمین کے مقدمہ کا قاضی پہلے فیصلہ کرے گا؛ کیوں کہ مشہور قاعدہ ہے: **الضرر لایزال بالضرر.**(١١٠)؛ لیکن پہلی بات ہی ظاہر نص کے مطابق ہے۔

یہ مسئلہ اس وقت ہے جب کے مسافرین کی تعداد کم ہو، اگر مقین کی تعداد مقیمین کے مثل ہو پھر مقیمین کو ضرر پہنچا کر مسافرین کے مقدمہ کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا: **اذاحضر مجلس الحاکم مسافرون، ومقیمون فی وقت واحد، فینظر: اذاکان فی تأخیر المسافرین اذاکانوامسبوقین اضرار بهم فی تاخیرهم عن العود الی بلادهم، سواء قلوا أم کثروا، فعلی القاضی أن یقدمهم علی المقیمین؛ لأن علیهم ضرر فی المقام، ولاضرر علی المقیمین، وقال بعضهم: تعتبر استطابة أنفس المقیمین، فلایقدمون الاباذن المقیمین؛ لأن فی تقدیمهم اضرار بالمقیمین، والضرر لایزال بالضرر، فاذاامتنعوا، لم یجبرهم الحاکم، لاستحقاق التقدیم بالسبق، والأول هو ظاهر النص، هٰذا اذاکان المسافرون**

---

(١٠٩) حاشیة الشبراملسی علی هامش نهایة المحتاج: ٢٦٣/٨

(١١٠) الأشباه والنظائر، ص: ١١٥، ط: مؤسسة الکتب الثقافیة

قليلاً، أما اذا كان المسافرون مثل المقيمين، أو أكثر، وكان في تقديمهم اضرار بالمقيمين، لم يجز تقديمهم لما فيه اضرار بالمقيمين، ولم يجز أن يرفع الضرر عن المسافرين ادخاله على المقيمين؛ لأن الضرر لايزال بالضرر. (١١١)

۵۔ اگر ایک ہی دن دونوں فریقوں کا دیکھنا ممکن نہ ہوتو ایک دن مسافرین اور ایک دن مقیمین کے لئے قاضی مقرر کردے، یہ اس صورت میں ہے، جب کہ دونوں تعداد کے اعتبار سے برابر ہوں، اگر تعداد میں تفاوت ہوتو دن متعین کرنے میں اس کا لحاظ رکھا جائے: **ان كان اليوم الواحد لايتسع للنظر بين الفريقين، جعل للمسافرين يوماً، وللمقيمين يوماً، ان استوى الفريقان، وان تفاضلوا، فاضل بينهم في الأيام.** (١١٢)

فریقین کے درمیان برابری

قاضی کو درج ذیل چیزوں میں کے مابین برابری کرنا چاہئے:

۱۔ مجلسِ قضاء میں فریقین کے داخلہ کے وقت: یعنی قاضی دونوں کو ایک ساتھ مجلس میں آنے کی اجازت دے: **بأن يأذن لهما فيه معاً، لا لأحدهما فقط، ولا قبل الأخر.** (١١٣)

۲۔ مجلسِ قضاء میں فریقین کے داخلہ کے وقت کھڑا ہونے میں: یعنی اگر قاضی استقبال کے لئے کھڑا ہو تو دونوں فریق کے لئے کھڑا ہو یا دونوں کے لئے کھڑا نہ ہو، ابن ابی الدم نے دونوں کے لئے کھڑے ہونے کو مکروہ کہا ہے؛ کیوں کہ اگر فریقین میں سے ایک شریف اور دوسرا غیر شریف ہوگا تو اس صورت میں غیر شریف یہی سمجھے گا کہ قاضی شریف کے لئے کھڑا ہوا ہے، جس کی وجہ سے شریف کا غرور اور بڑھ جائے گا، اور غیر شریف کا دل قاضی کی طرف سے ٹوٹ جائے گا، اس لئے کھڑا نہ ہونا ہی عدل کے زیادہ قریب ہے: **فيقوم لهما، أو يترك، وكره ابن ابى الدم القيام**

---

(١١١) المجموع: ٦٢/٢٢ (١١٢) الحاوى الكبير: ٢٨٩/٢١
(١١٣) تحفة المحتاج: ٣٦٩/٤، نهاية المحتاج: ٣٦١/٨

لهما جميعاً؛ لأن أحدهماقد يكون شريفاً، والآخر وضيعاً، فاذا قام لهما، علم الوضيع أن القيام لأجل خصمه، فيزدادالشريف تيهاً، والوضيع كسراً، فترک القيام لهما أقرب الی العدل. (۱۱۴)، اسی طرح اگر کوئی ایسا شخص فریق بن کرآئے، جس کے لئے کھڑا ہوا جاتا ہے (مثلاً: عالم، امام وغیرہ)، تو بھی برابری کی رعایت کرتے ہوئے قاضی کھڑا نہیں ہوگا: **حتیٰ لو کان أحدهما یستحق القیام فقط، فیترک القیام محافظة علی التسویة.** (۱۱۵)

۳۔ فریقین کی گفتگو سننے میں: یعنی دعویٰ، جوابِ دعویٰ اور دیگر چیزیں سننے میں قاضی برابری کرے: **أی أعم من الدعوی، والجواب، وغیرهما.** (۱۱۶)؛ تاکہ دوسرے فریق کا دل نہ ٹوٹ جائے: **لئلاینکسر قلب أحدهما.** (۱۱۷)

۴۔ فریقین کے ساتھ خندہ پیشانی میں: یعنی یا تو دونوں کے ساتھ خوش مزاجی کے ساتھ ملے یا تُرش روئی کے ساتھ، ایسا نہ ہو کہ ایک کے ساتھ ملنے میں مسرت کا اظہار کرے اور دوسرے کے ساتھ ملنے میں تیوری چڑھائے: **وطلاقة وجه، أو عبوسه.** (۱۱۸)

۵۔ فریقین کے سلام کا جواب دینے میں: اگر فریقین ایک ساتھ سلام کریں تو دونوں کا جواب ایک ساتھ دے؛ لیکن اگر ایک فریق سلام کرے تو قاضی دوسرے فریق کے سلام کرنے کا انتظار کرے، یا اس سے سلام کرنے کے لئے کہے؛ تاکہ ایک ساتھ دونوں کا قاضی جواب دے سکے: **ویسوی فی جواب سلامهما، فان سلما، أجابهمامعاً، وان سلم أحدهما، قال الأصحاب: یصبر حتی یسلم الآخر، فیجیبهما ..... وذکروا أنه لابأس أن یقول لآخر: سلم، فاذاسلم أجابهما.** (۱۱۹)، علامہ ماوردیؒ نے لکھا ہے کہ اگر ایک شخص سلام کرے تو جواب دینے کی فرضیت کے

---

(۱۱۴) مغنی المحتاج: ۶/۳۴۷، تحفة المحتاج: ۴/۳۶۹، حواشی الشروانی: ۱۰/۱۵۱
(۱۱۵) بجیرمی علی الخطیب: ۴/۳۲۹ (۱۱۶) حاشیة الباجوری علی هامش الاقناع، ص: ۲۱۸
(۱۱۷) الاقناع، ص: ۲۱۸ (۱۱۸) نهایة المحتاج: ۸/۲۶۱
(۱۱۹) روضة الطالبین: ۸/۱۴۶

سلسلہ میں وجہیں ہے:

(۱) اسی وقت سلام کا جواب دے: **أن یرد علیه السلام فی الحال.**

(۲) فیصلہ کرنے کے بعد جواب دے: **یرد علیه بعد الحکم.**

(۳) اسی وقت دونوں کو ایک ساتھ جواب دے: **أن یرد علیه فی الحال معاً.** (۱۲۰)

۶۔فریقین کو بیٹھانے میں: قاضی یا تو دونوں کو اپنے سامنے بیٹھائے یا ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں جانب بیٹھائے؛ البتہ سامنے بیٹھانا اولیٰ ہے: **بأن یجلسهما بین یدیه، أو أحدهماعن یمینه، والأخر عن یساره، والجلوس بین یدیه أولیٰ.** (۱۲۰)

اسی طرح عزت واکرام کی جتنی چیزیں ہیں، سب میں قاضی فریقین کے مابین برابری سے کام لے (۱۲۱)۔

غائب شخص کے خلاف فیصلہ

اگر مدعی علیہ بیمار ہو، یا چھپ گیا ہو، یا مسافتِ قصر کی مقدار دوری پر غائب ہو گیا ہو جس کی وجہ سے دار القضاء حاضر کرنا دشوار ہو تو قاضی کے لئے جائز ہے کہ اس کے سلسلہ میں دعوی وبینہ کو سنے اوراس کے خلاف فیصلہ کرے: **ان تعذر احضار الخصم، بأن کان مریضاً، أومختفیاً، أو ممتنعاًلایمکن احضاره، أوکان غائباً الیٰ مسافة القصر، فیجوز للقاضی أن یسمع الدعوی والبینة.** یہ فیصلہ گواہ اور قسم کے ذریعہ سے کرے گا؛ کیوں کہ موجود شخص کے خلاف فیصلہ کرنا جب دلیل وحجت کے ذریعہ سے جائز ہے تو اس غائب کے خلاف بھی جائز ہوگا: **ویجوز القضاء علی الغائب بالشاهد، والیمین؛ لأن کل حجة جاز علی الحاضر، جاز علی الغائب.** (۱۲۲)؛ لیکن

---

(۱۲۰) الحاوی الکبیر: ۴۶/۱۶ (۱۲۱) مغنی المحتاج: ۳۴۷/۶-۳۴۸

(۱۲۲) التهذیب: ۱۹۹/۸-۲۰۰

یہ صرف ان حقوق میں ہوگا، جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے، حقوق اللہ میں غائب شخص کے خلاف فیصلہ کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ ایسے حقوق، جن میں حق اللہ اور حق العبد دونوں مشترک ہوں، جیسے: چوری، تو ایسی صورت میں تاوان کا فیصلہ کیا جائے گا، قطع ید کا فیصلہ بغیر اس کے حاضری کے درست نہ ہوگا: ماذکرنا جواز القضاء علی الغائب، فهو مخصوص بحقوق الأدميين، فأما حقوق الله تعالیٰ التی تدرأ بالشبهات، فلایجوز القضاء بها علیٰ غائب كحد الزنا، وحد الخمر لاتساع حكمها بالمهلة، فان ممايجمع فيه بين حق الله تعالیٰ، وحق الآدميين كالسرقة، قضى على الغائب بالغرم، ولم يقض عليه بالقطع الابعدحضوره.(١٢٣)

ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام

اگر کوئی شخص قاضی کے پاس آکر ایسے شخص کے خلاف دعوی کرے، جو اپنے شہر سے غائب ہوکر دوسرے شہر منتقل ہوگیا ہو، جس کی وجہ سے قاضی کی مجلس میں اُسے حاضر کرنا دشوار ہو، ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ مدعی کے پاس کوئی بینہ ہے یا نہیں؟ اگر بینہ نہ ہو تو اس کا دعوی نہیں سنا جائے گا اور اگر بینہ ہو تو اس کا دعوی سنا جائے گا؛ کیوں کہ اگر دعوی نہ سنا گیا تو لوگ دوسروں کے اُن حقوق کو مارنے کے لئے غائب ہونے کو ایک حیلہ بنالیں گے، جن کی حفاظت کے لئے قاضی کی تقرری عمل میں آتی ہے؛ البتہ مدعی سے اس بات پر قسم بھی لی جائے گی کہ مدعی نے مدعی علیہ کو اس حق سے بری نہیں کیا ہے۔

سماعتِ دعوی کے بعد قاضی کے لئے جائز ہے کہ اس معاملہ میں وہ جو بھی فیصلہ کرے، دوسرے اُس شہر کے قاضی کے پاس مہر بند لفافہ میں بھیجدے، جہاں مدعی علیہ موجود ہو؛ تاکہ وہاں کا قاضی اس فیصلہ کے مطابق عمل کرے۔

---

(١٢٣) الحاوی الکبیر: ١٦/٣٠٠

قاضی کا یہ خط دوسرے شہر کا قاضی اُسی وقت قبول کرے، جب کہ دو گواہ دوسرے قاضی کے پاس اس بات کی گواہی دیں کہ ''یہ خط فلاں قاضی نے فلاں قاضی کے نام لکھا ہے، ہم نے اس خط کو سنا ہے اور ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ فلاں قاضی نے اس خط میں جو کچھ لکھا ہے، وہ سب تمہیں ہی لکھا ہے''، یہ اس وجہ سے ضروری ہے؛ تاکہ قاضی کو اطمینان ہو جائے کہ یہ خط بغیر کسی تلبیس وتزویر کے مجھ تک پہنچا ہے[۱۲۴]۔

آج کل ڈاک، کوریر اور ایمیل وغیرہ کا یہی مسئلہ ہوگا کہ قاضی کو اگر اطمینان ہو جائے کہ اس میں دھوکہ دہی نہیں کی جا رہی ہے تو قبول کرے، ورنہ قبول نہ کرے۔ واللہ اعلم

تحکیم

تحکیم کے معنی ثالثی (حَکَم) بنانے کے آتے ہیں، یعنی دو یا اس سے زائد جھگڑنے والے اشخاص اپنے متنازع مسئلہ میں ایک یا ایک سے زائد لوگوں کو فیصل بنائیں — خواہ اس شہر میں قاضی ہو یا نہ ہو — تو یہ ثالثی بنانا جائز ہے؛ البتہ ثالثی کا حکم نافذ ہونے کے لئے درج ذیل شرطیں پائی جانی چاہئے:

۱۔ حَکَم اہلِ اجتہاد میں سے ہو؛ چنانچہ قاضی بھی حَکَم بن سکتا ہے، اگر اہلِ اجتہاد میں سے نہ ہو تو اس کا حُکم نافذ نہ ہوگا: **أن يكون المحكم من اهل الاجتهاد، ويجوز أن يكون قاضياً؛ لأنه قد صار بالتحكيم حاكماً، فان لم يكن من أهل الاجتهاد، بطل تحكيمه ولم ينفذ حكمه.**[۱۲۵]

۲۔ فریقین حَکَم کے فیصلہ کے وقت تک اس کی تحکیم پر راضی ہوں؛ چنانچہ اگر ایک راضی

---

(۱۲۴) المهذب على هامش المجموع: ۸۲/۲۲، التهذيب: ۱۹۸/۸–۲۰۱

(۱۲۵) الحاوی الکبیر: ۳۲۵/۱۶

ہو، دوسرا نہیں یا دونوں اسے حَکَم بنانے راضی تو تھے؛ لیکن دونوں نے یا ایک نے رجوع کرلیا تو اس کی تحکیم باطل ہوجائے گی، خواہ اس نے راضی رہنے والے کے حق میں فیصلہ کیا ہو یا رجوع کرنے والے کے حق میں: أن يتفق الخصمان على التراضى به الى حين الحكم، فان رضى به أحدهمادون الآخر، أورضيا به ، ثم رجعا، بطل تحكيمه، ولم ينفذ حكمه، سواء حكم للراضى، أوللراجع.(١٢٦)

٣۔ تحاکم احکام مخصوص میں ہو، یعنی مالی حقوق، عقود معاوضہ اور اسی طرح اُن حقوق میں ہو، جن میں معاف یا بری کردینا درست ہو: أن يكون التحاكم فى أحكام مخصوصة ...وهو حقوق الأموال، وعقود المعاوضات، ومايصح فيه العفو والابراء.(١٢٧)

حکمین کے لئے شرطیں

حکمین کے لئے درج ذیل شرطیں ہیں:

۱۔ مکلّف ہونا۔

۲۔ مسلمان ہونا۔

۳۔ آزاد ہونا۔

۴۔ عادل ہونا۔

۵۔ مقصد کی حقیقت سے واقف ہونا۔(١٢٨)

جب میاں کے درمیان شقاق پیدا ہوجائے؟

جب میاں بیوی کے درمیان شدید شقاق پیدا ہوجائے اور مسئلہ قاضی کے دربار میں

---

(١٢٦) الحاوى الكبير: ٣٢٥/١٦ (١٢٧) الحاوى الكبير: ٣٢٥/١٦

(١٢٨) ويشترط فى الحكمين: التكليف، والاسلام، والحرية، والعدالة، والاهتداء لتحقيق المقصود. (الفقه الميسر الشافعى: ٨١/٢)

جا پہنچے تو قاضی دونوں کے متعلقین میں سے ایک ایک حکم ان کے معاملہ کو دیکھنے کے لئے بھیجے، جو ان دونوں کے مابین صلح کی کوشش کریں اور اگر صلح نہ ہو سکے تو ان کے درمیان جدائیگی کرادیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وان خفتم شقاق بينهما فابعوثا حكماً من أهله وحكماً من أهلهاان يريدااصلٰحايوفق الله بينهما. (۱۲۹) ''اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان شقاق کا خوف ہو تو ایک حکم (شوہر) کے اہل میں سے اور ایک حکم (بیوی) کے اہل میں سے بھیجو، اگر وہ دونوں اصلاح کے خواہشمند ہوں تو اللہ ان کو اس کی توفیق دے گا''۔

یہ دونوں حکم میاں بیوی دونوں کی طرف سے وکیل ہوتے ہیں، اسی لئے حکم بنانے میں ان کی دونوں کی رضامندی شرط ہے، چنانچہ شوہر کی طرف سے طلاق دینے اور خلع کا عوض قبول کرنے کا وکیل ہوتا ہے، جب کہ بیوی کی طرف سے خلع کے لئے مال دینے اور بدلہ میں طلاق قبول کرنے کا وکیل ہوتا ہے۔ (۱۳۰)

---

(۱۲۹) النساء: ۳۵

(۱۳۰) الفقه الميسر الشافعي: ۸۱/۲

دوسرا باب

ثبوت دعوی کے ذرائع

دعویٰ و بینہ

دعویٰ کے لغوی معنی

دعویٰ:دعا یدعو کا مصدر ہے:دعاہ دُعاءً ودعویٰ،حکاہ سیبویہ فی المصادر التی آخرھا ألف التانیث. (۱)،اس کی جمع دعاوِی (واؤ کے فتح اور کسرہ کے ساتھ) آتی ہے:وجمع الدعوی : الدعاوی بکسر الواو، وفتحھا. (۲)،اس کے لغوی معنی طلب اور خواہش کرنے کے ہیں: الدعوی لغۃ: الطلب والتمنی، قرآن مجید میں ہے: ولھم مایدّعون. (یٰسن: ۵۷)''ان کے لئے (جنت میں) وہ تمام چیزیں ہیں، جو وہ طلب کریں'' دعویٰ کو دعویٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ مدعی اپنے فریق کو مجلسِ قضاء میں طلب کرتا ہے؛ تاکہ وہ رفعِ دعویٰ کر سکے:وسمیت الدعوی؛ لأن المدعی یدعو صاحبہ الی مجلس الحکم، لیخرج من دعواہ. (۳)

دعویٰ کے شرعی معنی

اس کی شرعی تعریف ''دوسرے پر واجب حق کے بارے میں حاکم کے پاس بتانا:اخبار عن وجوب حق علی غیرہ عندحاکم. (۴)

دعوی کی مشروعیت

قرآن سے

☆ وھل أتک نبؤاالخصم، ادتسور المحراب، اددخلواعلی ففزع منھم،

(۱) لسان العرب: ۲۶۷/۵
(۲) المصباح المنیر،ص: ۱۱۹
(۳) مغنی ی المحتاج: ۴۴۱/۶
(۴) مغنی المحتاج: ۴۴۱/۶، تحفۃ المحتاج: ۴۴۱/۴

فقالوا: لاتخف، خصمان بغی بعضناعلی بعض، فاحکم بیننابالحق ولاتشطط واھدناالی سواء الصراط، ان ھٰذا أحی لہ تسع وتسعون نعجة ولی نعجة واحدة، فقال: أکفلنیھا وعزنی فی الخطاب. (۵)'' پھر تمھیں خبر پہنچی ہے اُن مقدمے والوں کی، جو دیوار چڑھ کر اس کے بالاخانے میں گھس آئے تھے، جب وہ داؤد کے پاس پہنچے تو اُنھیں دیکھ کر گھبرا گیا، اُنھوں نے کہا: ڈریئے نہیں، ہم دو فریقِ مقدمہ ہیں، جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، آپ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے، بے انصافی نہ کیجئے اور ہمیں راہِ راست بتائیے، یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دُنبی ہے، اس نے مجھ سے کہا کہ یہ ایک دُنبی بھی میرے حوالہ کر دے اور اس نے گفتگو میں مجھے دبا لیا''۔

☆ **ثم أذن مؤذن أیتھاالعیر! انکم لسارقون، قالوا وأقبلوا علیھم ماذاتفقدون؟ قالوا: نفقد صاع الملک.** (۶)'' ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا: اے قافلہ والو! ضرور تم ہی چور ہو، وہ بولے اور ان کی طرف متوجہ ہوئے کہ تمھاری کیا چیز گم ہوئی ہے؟ وہ بولے: ہم سے شاہی پیمانہ گم ہوا ہے''۔

☆ **قال ھی راودتنی عن نفسی وشھد شاھد من أھلھا، ان کان قمیصه قد من قبل فصدقت وھومن الکاذبین.** (۷)'' (یوسف) بولے کہ یہی تو مجھے اپنا مطلب نکالنے کے لئے پھُسلا رہی تھی اور اسی (عورت) کے خاندان سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ ان کا پیرہن اگر آگے سے پھٹا ہو تو یہ سچی ہے اور یہ جھوٹا''۔

حدیث سے

☆ **عن ابن عباس أن النبی ﷺ قال: لویعطی الناس بدعواھم، لادعی ناس دماء قوم وأموالھم، ولکن الیمین علی المدعی علیه.** (۷)'' اگر لوگوں کو صرف ان کے دعوے کی وجہ

---

(۵) صٓ: ۲۱-۲۳ (۶) یوسف: ۷۱-۷۲ (۷) یوسف: ۲۶

سے (سامان) دے دیا جاتا تو لوگ دوسروں کے خون اور مال کا دعوی کرتے؛ لیکن مدعی علیہ پر قسم ہے"۔

☆ عن علقمة بن وائل عن أبيه قال: جاء رجل من حضرموت، ورجل من كندة الى النبي ﷺ، فقال الحضرمي: يارسول الله! ان هذاقد غلبني على أرض لي كانت لأبي، فقال الكندي: هي أرضي في يدي أزرعها، ليس له فيها حق، فقال النبي ﷺ للحصرمي: ألك بينة؟ قال: لا، قال: فلك يمنه، قال: يارسول الله! ان الرجل فاجر، لايبالي على ماحلف عليه، قال: ليس لك منه الاذلك. (۸) "آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حضرموت سے اور دوسرا کندہ سے آیا، چنانچہ حضرمی نے کہا: یارسول اللہ! اس شخص نے میری اس زمین پر قبضہ کرلیا ہے، جو میرے والد کی تھی، کندی نے کہا: یہ میری زمین ہے، میرے قبضہ میں ہے اور میں اس میں کھیتی کرتا ہوں، اس میں اس کا کوئی حق نہیں ہے، آپ ﷺ نے حضرمی سے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے پاس بینہ ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے دوسرے کہا: تمہارے لئے قسم (کھانا) ہے، اس شخص نے کہا: ائے اللہ کے رسول! یہ شخص فاجر ہے، قسم کھانے میں کسی طرح کی کوئی رعایت نہیں کرے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارہ لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں"۔

دعویٰ کے ارکان

دعویٰ کے چار ارکان ہیں:

۱۔ مدعی۔

۲۔ مدعیٰ علیہ۔

---

(۷) بخاری، کتاب التفسير، حدیث نمبر: ۴۵۵۲، مسلم، كتاب الأقضية، حدیث نمبر: ۴۴۷۰، بوداؤد، كتاب الأقضية، حدیث نمبر: ۳۶۱۹، ترمذی، كتاب الأحكام، حدیث نمبر: ۱۳۴۲

(۸) مسلم، كتاب الايمان، حدیث نمبر: ۳۵۸، ابوداؤد، كتاب الأقضية، حدیث نمبر: ۳۶۲۳، ترمذی، كتاب الأحكام، حدیث نمبر: ۱۳۴۰

۳۔ مدعیٰ بہ۔

۴۔ مدعیٰ عندہ۔(۹)

مدعی اور مدعی علیہ کی شناخت

کسی بھی مقدمہ کے فیصلہ کا مدار اس بات پر ہے کہ سب سے پہلے یہ معلوم کرلیا جائے کہ مدعی کون اور مدعی علیہ کون ہے؟ اگر یہ معلوم ہوگیا تو سمجھ لیا جائے کہ پچیس فیصد مسئلہ حل ہو چکا ہے؛ لیکن اگر یہ معلوم نہ سکے تو قاضی کے لئے بڑی دشواری کا سبب ہوتا ہے، نیچے مدعی اور مدعی علیہ کی کچھ تعریفیں نقل کی جاتی ہیں، جن سے مدعی اور مدعی علیہ کے سمجھنے سہولت ہوگی:

۱۔ مدعی وہ ہے، جس کا قول ظاہر کے خلاف ہو؛ جب کہ مدعی علیہ وہ ہے، جس کا قول ظاہر کے موافق ہو: **المدعی من یخالف قوله الظاهر، والمدعی علیه هو من یوافق قوله الظاهر.** (۱۰)

۲۔ مدعی وہ ہے، جس کے خاموش ہونے سے کارروائی بند ہوجائے اور اس سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کیا جائے؛ جب کہ مدعی علیہ وہ ہے، جس کے خاموش ہونے سے کارروائی بند نہ ہو اور اس کا خاموش رہنا کافی نہ ہو: **من لو سکت خلی، ولم یطالب بشی، والمدعی علیه من لایخلی، ولایکفیه السکوت.** (۱۰)

۳۔ مدعی وہ ہے، جو دوسرے کے ہاتھ یا اس کے قبضہ سے کسی چیز کا مطالبہ کرے؛ جب کہ مدعی علیہ وہ ہے، جس کے ذمہ میں موجود سامان کا مطالبہ کیا جائے: **هو الذی یطلب من غیره شیئاً فی یده، أوفی ذمته، والمدعی علیه هو الذی یُطلب منه شیئاً فی یده، أوفی ذمته.** (۱۱)

---

(۹) والدعویٰ تشتمل علی أربعة أشیاء: مدع، ومدعیٰ علیه، ومدعیٰ به، ومدعی عنده. (الحاوی الکبیر: ۲۹۲/۱۷)

(۱۰) مغنی المحتاج: ۴۴۶/۶ (۱۱) المجموع: ۱۲۰/۲۲

۴۔ مدعی وہ ہے، جو امر باطن کا مطالبہ کرے؛ جب کہ مدعی علیہ وہ ہے، جو امر ظاہر کا مطالبہ کرے: المدعی: من یدعی أمراً باطناً، والمدعی علیه: من یدعی أمراً ظاهراً.(۱۲)

مثال کے طور پر کوئی شخص کسی پر اپنے قرض کا دعوی کرے اور شخص اس بات کا انکار کرے تو یہاں پر مدعی امر باطن یعنی مدعی علیہ کے ذمہ کی مشغولیت کا دعوی کر رہا ہے؛ جب مدعی علیہ امر ظاہر یعنی اپنے ذمہ کے فارغ ہونے کا دعوی کر رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ جو کچھ اس کی ملکیت میں ہے، وہ اس کا ہے: من ادعى انساناً ديناً، فأنكر، أويدعى عيناًفي يده، فأنكر، فالمدعی يدعى امراباطناً، وهواشتغال ذمة المدعی علیه، ومافی يد المدعی علیه ليس له، والمدعی علیه يدعى امراً ظاهراً، وهوفراغ ذمته، وأن مافی يده ملكه.(۱۲)

مدعی بہ

مدعی بہ سے مراد وہ معاملہ ہے، جس میں مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان جھگڑا چل رہا ہے: أماالمدعی به: فهوماتنازع فيه الطالب والمطلوب.(۱۳)

مدعی عندہ

مدعی عندہ سے مراد حاکم یا قاضی ہے: هوا لقاضی، أو الأمير.(۱۴)

دعویٰ صحیح ہونے کے شرائط

۱۔ دعوی مفصل ہو: یعنی مدعی کے دعوی میں پوری تفصیل ہو، مثلاً: قتلِ عمد یا قتلِ خطاء ہے، فردِ واحد نے قتل کیا یا جماعت شریک تھی؟ أن يفصل مايدعيه من عمد، وخطاء، وانفراد وشركة.(۱۵)، دعوی اگر نقد یا قرض کا ہو تو جنس، نوع اور مقدار ذکر کرے، اگر عین کا ہو تو اس کی

(۱۲) التهذيب: ۳۱۹/۸ (۱۳) الحاوی الكبير: ۲۹۲/۱۷
(۱۴) المجموع: ۱۲۰/۲۲ (۱۵) منهاج الطالبين: كتاب دعوى الدم، والقسامة: ۱۸۰/۳

صفت بیان کرے، زمین کے سلسلہ میں ہوتو اس کا حدودِ اربعہ بتائے، اور اگر نکاح کا دعوی ہوتو یہ وضاحت ہو کہ فلاں ولی کی موجودگی میں ہوا تھا اور فلاں فلاں گواہ تھے: وشرط للدعوى بنقد أودين: ذكره جنس، ونوع، وقدر، وبعين: صفة، وبعقار: جهةوحدود، وبنكاح: ولی وشاهدين عدول.(١٦)

۲۔ دعوی ملزم ہو: مثلاً مدعی کا صرف یہ کہہ دینا کافی نہ گا کہ فلاں نے فلاں چیز مجھے ہبہ کردی تھی؛ بل کہ یہ کہنا بھی ضروری ہوگا کہ ہبہ کرنے کے بعد میں اس (واہب) کی اجازت سے اس چیز پر قبضہ بھی کرلیا تھا یا اس نے خود مجھے اس چیز پر قبضہ کرادیا تھا، اسی طرح اگر خرید وفروخت کا معاملہ ہوتو اس بات کا مطالبہ ضروری ہے کہ بائع سامان میرے یا میرے وکیل کے حوالہ کردے: ففی دعوى هبة شئ، لابد من "وأقبضنيه"، أو "قبضته بادنه"، وبيع أواقرار، لابدمن" ويلزمه التسليم الى، أو الى ولى".(١٧)

۳۔ مدعی علیہ متعین ہو: یعنی مدعی یہ واضح کرے کہ مدعی علیہ کون ہے، مطلق دعوی (مثلاً: فلاں گاؤں والوں نے یہ کام کیا یا کسی نے قتل کردیا) کافی نہیں ہے: أن يعين المدعى عليه، فلو قال: قتله أحدهم، لا يحلفهم القاضى فى الأصح.(١٨)

۴۔ مدعی اور مدعی علیہ دونوں مکلّف ہوں: یعنی مدعی اور مدعی علیہ دونوں عاقل بالغ ہوں، چنانچہ بچہ یا مجنون نہ مدعی بن سکتا ہے اور نہ مدعی علیہ: (وانماتسمع من مكلف) أى بالغ عاقل حالة الدعوى، فلاتسمع دعوى صبى، ولامجنون... (ملتزم على مثله) أى المدعى عليه فى كونه مكلفا، اتصح الدعوى على صبى ومجنون، بل ان توجه على الصبى، أوالمجنون حق

(١٦) قرة العين بمهمات الدين على هامش فتح المعين: ٢/٢٩٣

(١٧) تحفة المحتاج: ٨٦/٤

(١٨) منهاج الطالبين: ١٨٠/٣

مالی، ادعی مستحقه علی ولیهما.(۱۹)

۵۔مدعی کے دعوی میں تناقض نہ ہو: یعنی مدعی کا یہ دعوی اس کے دوسرے دعوے سے ٹوٹ نہ جاتا ہو، مثلاً: پہلے فردِ واحد پر قاتل ہونے کا دعوی کیا، پھر اس قتل میں شرکت کا دعوی کرنے لگے؛ البتہ دوسرا فریق اگر اس کے دعوے کی تصدیق کر دے تو پھر اس دوسرے دعوے کو تسلیم کرلیا جائے گا:

أن لا یناقضها دعوی أخری، فحینئذلو ادعی علی شخص انفراده بالقتل، ثم ادعی علی آخر انفراداً، أوشرکةً، لم تسمع الثانیة لتکذیب الأولیٰ لها، نعم ان صدقه الثانی، اُوخذ أیضاً؛ لأن الحق لا یعدوهما.(۲۰)

۶۔مدعی یا مدعی علیہ حربی نہ ہوں:

ان چھ شرطوں کو کسی شاعر نے اس طرح نظم میں پرودیا ہے:

لکل دعوی شروط ستة جمعت — تفصیلها مع الزام، وتعیین

أن لاتناقضها دعوی تغایرها — تکلیف کل، ونفی الحرب للدار(۲۱)

۷۔دعوی حاکم کے سامنے ہو: **تشترط الدعوی عند القاضی.**(۲۲)

۸۔مطالبہ واضح ہو: یعنی مدعی کیا چاہ رہا ہے؟ پوری وضاحت کرے، مثلاً: کسی عورت نے اپنے شوہر پر حقوقِ زوجیت ادا نہ کرنے کا دعوی کرے ایسی صورت میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ صرف حقوق کی ادائیگی چاہ رہی ہے یا نکاح فسخ کرانا چاہتی ہے۔(۲۳)

۹۔دعوی فریق کے سامنے کیا جائے۔(۲۳)

---

(۱۹) مغنی المحتاج: ۴۵۲/۵-۴۵۳

(۲۰) تحفۃالمحتاج: ۴۸۷/۴، مغنی المحتاج: ۴۵۴/۶

(۲۱) اعانة الطالبین: ۳۹۰/۳

(۲۲) منهاج الطالبین: ۴۵۵/۳

(۲۳) مستفاد از محاضرات: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی حفظہ اللہ)

کن حقوق میں دعوی درست ہے؟

شرعی احکام سے تعلق رکھنے والے مکلّف کے افعال چار طرح کے ہوتے ہیں:

ا۔ ایک وہ، جس میں خالص اللہ کا حق ہوتا ہے، مثلاً: نماز، زکوۃ، روزہ، حج وغیرہ، ان حقوق میں دعوی نہیں کیا جاسکتا ہے: **أما عقوبة لله تعالیٰ، فهي وان توقفت على القاضي أيضاً؛ لكن لاتسمع فيها الدعوى؛ لأنهاليست حقاً للمدعى.** (۲۴)

۲۔ دوسرا وہ، جس میں معاشرہ اور بندہ کا حق ہوتا ہے؛ البتہ معاشرہ کا حق زیادہ ظاہر ہونے کی وجہ سے اللہ کا حق غالب ہوتا ہے، اس میں بھی دعوی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (۲۵)

۳۔ تیسرا وہ، جس میں خالص بندہ کا حق ہوتا ہے، مثلاً: مال کا ضمان، اس میں دعوی کیا جائے گا۔ (۲۵)

۴۔ چوتھا وہ، جس بندہ اور معاشرہ کا حق ہوتا ہے، مثلاً: قاتل سے قصاص لینا، اس میں بھی دعوی کیا جائے گا: **ومايوجب تعزيراًلحق الله تعالیٰ، تسمع الدعویٰ فيه، وان تعلق بمصلحة عامة كطرح حجارة بطريق.** (۲۶)

بینہ کی لغوی تعریف

دعوی سے جُڑا ہوا ایک لفظ بینہ ہے، جس لے لغوی معنیٰ ''واضح دلیل'' کے ہیں، اس کی جمع بینات آتی ہے: **البينة لغةً: الحجة الواضحة، وجمعها: البينات.** (۲۷)

---

(۲۴) تحفة المحتاج: ۴/۴۴۱

(۲۵) الفقه المهجی: ۳/۵۵۹

(۲۶) تحفة المحتاج: ۴/۴۴۱، حاشية الجمل: ۸/۴۸۳

(۲۷) المنجد، ص: ۱۳۸، معجم لغة الفقهاء، ص: ۹۵

بینہ کی شرعی تعریف

شریعت میں بینہ ''گواہ'' کو کہتے ہیں، اور یہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کے ذریعہ سے حق واضح ہوجاتا ہے: وشرعاً: الشھود، سموا بذلک؛ لأن بھم یتبین الحق.[۲۸]

دعوی اور بینہ کی اصل

دعوی اور بینہ اصل وہ حدیث ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: البینة علی المدعی، والیمین علی من أنکر.[۲۹] ''مدعی پر بینہ اور مدعی علیہ پر قسم ہے''۔

حدیث کا مطلب

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مدعی اپنے دعوی پر گواہ پیش کردے تو قاضی اس کے حق میں فیصلہ کردے گا، اور بلاضرورت مدعی علیہ سے دعوی کی نفی پر قسم کا مطالبہ نہیں کرے گا، اسی طرح مدعی کے گواہ پیش کردینے کے بعد مدعی علیہ کے مطالبہ پر قاضی مدعی سے قسم کا مطالبہ نہیں کرے گا؛ کیوں کہ ایسی صورت میں مدعی پر دوہری دلیل پیش کرنا لازم آتا ہے: فاذا أقام المدعی البینة علی دعواہ، حکم له القاضی، ولیس له أن یطلب من المدعی علیه أن یحلف علی نفی الدعوی، ولیس للمدعی علیه أن یطلب من القاضی أن یحلف المدعی بعد اقامة البینة؛ لأن فی ذلک تکلیف المدعی أن یقیم حجة بعد حجة.[۳۰]

نکول

دعوی اور بینہ سے جڑا ہوا ایک لفظ ''نکول'' ہے، جس کے معنی ''بزدلی'' اور ''پیچھے ہٹنے'' کے

---

(۲۸) الفقه المنهجی: ۵۵۶/۳، مغنی المحتاج: ۴۴۱/۶، المجموع: ۱۲۰/۲۰

(۲۹) السنن الکبری للبیهقی، باب البینة علی المدعی، والیمین علی المدعی علیه: حدیث نمبر: ۲۱۸۰۵ (۳۹۳/۱۵)

(۳۰) الفقه المنهجی: ۵۶۰/۳، روضة الطالبین: ۲۹۱/۸

ہیں: نکل عن العدو نکولاً... وهو الجبن، والتأخر.[۳۱]،اورشریعت میں نکول سے مراد مدعی علیہ کا قسم سے انکار کرنا یا شہادت کی ادائیگی سے رک جانا ہے:الامتناع عن أداء الشهادة، أو حلف اليمين.[۳۲]

متفرق مسائل

۱۔اگر مدعی کسی وجہ سے گواہ پیش نہ کر سکے (مثلاً: گواہ ہو ہی نہیں، یا گواہ مر جائیں)،تو قاضی مدعی علیہ سے دعوی کی نفی پر قسم لے گا،اگر مدعی علیہ قسم کھالے تو قاضی اس کی براءت کا فیصلہ کردے گا: اذاعجز المدعی أن یقیم البینة علی ما یدعیه بأن لم یکن له بینة، أوأن الشهود ماتوا مثلاً، فان القاضی یطلب من المدعی علیه أن یحلف علی نفی مایدعیه المدعی، فان حلف حکم القاضی ببراءته.[۳۳]

۲۔اگرمدعی کے پاس گواہ نہ ہواور مدعی علیہ قسم کھانے سے انکار کردے تو مدعی سے قسم لیا جائے گا،اگر وہ قسم کھالے تو اس کے حق میں فیصلہ کردیا جائے گا:اذا أنکر المدعی علیه، واستحلف، فنکل عن الیمین، لم یقض علیه بالنکول؛ بل ترد علی المدعی، فان حلف قضیٰ له.[۳۴]

۳۔اگرمدعی کے پاس گواہ نہ ہواور مدعی علیہ کے قسم کھانے سے انکار کردینے کے بعد خود مدعی بھی بغیر کسی عذر کے قسم نہ کھائے تو اب اس کا حق ساقط ہو جائے گا: اذاامتنع المدعی عن الیمین بعد افردها الیه القاضی، ولاعذرله، سقط حقه لاعراضه عن الیمین.[۳۵]

---

(۳۱) المصباح المنیر، ص: ۳۷۱ (۳۲) معجم لغة الفقهاء، ص: ۴۵۸

(۳۳) الفقه المنهجی: ۳/۵۶۱، منهاج الطالبین مع السراج الوهاج، ص: ۵۷۰

(۳۴) روضة الطالبین: ۸/۳۲۲

(۳۵) الفقه المنهجی: ۳/۵۶۱، روضة الطالبین: ۸/۳۲۵، تحفة المحتاج: ۴/۴۶۰

۴۔اگر مدعی علیہ سکوت اختیار کرلے تو اس کا یہ سکوت نکول کے درجہ میں ہوگا:أصر المدعی علیه علی السکوت عن جواب الدعوی، جعل کمنکر ناکل.(۳۶)

۵۔ مدعی علیہ کے قسم سے انکار کے بعد مدعی کا قسم کھانا اقرار کی طرح ہے، بینہ کی طرح نہیں، قسم کے بعد وہ سامان اس کا ہوجائے گا اور اس کے خلاف کوئی دلیل قابل قبول نہیں ہوگی: یمین المدعی بعد نکول خصمه کاقرار، لاکالبینة ...فیجب الحق المدعی ...ولاتقمع بعدھاحجة بمسقط أو ابراء.(۳۷)

---

(۳۶) مغنی المحتاج: ۴۵۲/۶

(۳۷) الفقه المنهجی: ۵۶۱/۳، الوسیط: ۳۶۲/۴، روضة الطالبین: ۳۲۳/۸

شہادت

شہادت کی لغوی تعریف

شہادت کے لغوی معنی ''کھلی آنکھوں سے دیکھ کر کسی چیز سے مطلع ہونے'' کو کہتے ہیں:
الشهادة اسم من المشاهدة، وهي: الاطلاع على الشئ عياناً. (۳۸)

شہادت کی شرعی تعریف

شہادت کے شرعی معنی ''خاص لفظ سے کسی چیز کی خبر'' دینے کے ہیں: **اخبار عن شئ بلفظ خاص** (۳۹)

مشروعیت

شہادت کی مشروعیت قرآن وحدیث دونوں سے ثابت ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:
واستشهدوا شهيدين من رجالكم. (۴۰) ''اپنے مردوں میں سے دو گواہ ٹھہرالو''، دوسری جگہ ارشاد ہے: **ولا تكتموا الشهادة.** (۴۱) ''اور تم لوگ گواہی کی پردہ پوشی نہ کرو''۔

حدیث سے بھی اس کی مشروعیت کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ حضرت اشعث بن قیسؓ فرماتے ہیں: **كان بيني وبين رجل خصومة في بئر، فاختصمنا الى رسول الله ﷺ فقال: شاهداك، أو يمينه.** (۴۲) ''میرے اور ایک شخص کے درمیان ایک کنویں کے سلسلہ میں جھگڑا تھا،

---

(۳۸) المصباح المنير، ص: ۱۹۵، لسان العرب: ۱۵۲/۸، القاموس المحيط، ص: ۲۹۲
(۳۹) نهاية المحتاج: ۲۵۷/۸، حاشية الجمل: ۴۲۸/۸
(۴۰) البقرة: ۲۸۲ (۴۱) البقرة: ۲۸۳
(۴۲) مسلم، كتاب الايمان، حدیث نمبر: ۱۳۸

چنانچہ ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں اپنا مقدمہ پیش کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: تم دو گواہ حاضر کرو، یا اس سے قسم لیا جائے گا''۔

شہادت کی اقسام اور اس شرطیں

شہادت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔تحملِ شہادت: تحمل شہادت کا مطلب یہ ہے کہ مشہود بہ کو مکمل طور پر یاد رکھے: **حفظ المشهود به، ورعايته، وضبطه.** (۴۳)، یہ فرضِ کفایہ ہے، چنانچہ **المجموع** میں ہے: **تحمل الشهادة، وادائها فرض.** (۴۴)، اور اس کے لئے صرف ایک شرط ہے:

۱) **تمیز**: (انسان سن شعور کو پہنچ جائے)؛ کیوں کہ اسی کے ذریعہ سے انسان اپنے مشاہدات کو یاد رکھ سکتا ہے: **لايشترط عند تحمل الشهادة الا شرطا واحد، ألا وهى التمييز؛ لأنه به يعى الانسان ماشاهده، ويحفظ مايراه.** (۴۵)

۲۔اداءِ شہادت: اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مشہود بہ کو یاد رکھا ہے، قاضی کے پاس جا کر اس کی اطلاع دیدینا: **ومعنى أدائهابمعنى المشهود به: الاخبار به عندالقاضى.** (۴۶)

اس کے لئے درج ذیل شرطیں ہیں:

۱) مسلمان ہونا۔

۲) بالغ ہونا۔

۳) عاقل ہونا۔

۴) آزاد ہونا۔

---

(۴۳) حاشية الجمل: ۴۶۶/۸

(۴۴) المجموع: ۱۹۹/۲۲

(۴۵) الفقه المنهجى: ۵۶۷/۳

(۴۶) حاشية الجمل: ۴۶۶/۸

۵) شہادت کے سلسلہ میں متہم نہ ہونا۔

٦) ناطق (بولنے والا) ہونا۔

۷) بیدار مغز ہونا۔

۸) عادل ہونا۔

۹۔ مجور علیہ نہ ہونا۔(۴۷)

عادل ہونے کے لئے درج ذیل شرطیں پائی جانی چاہئے:

(الف) گناہِ کبیرہ سے بچنے والا ہو۔

(ب) گناہِ صغیرہ پر اصرار کرنے والا نہ ہو۔

(ج) درست عقیدہ والا ہو۔

(د) غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھنے والا ہو۔

(ہ) خلافِ مروءت چیزوں سے بچنے ولا ہو۔(۴۸)

شہادت کے اعتبار سے حقوق کی قسمیں

ا۔ حق اللہ، اس کی تین قسمیں ہیں:

(ا) ایک وہ حق، جس میں چار مرد گواہ ضروری ہیں، یہ زنا، لواطت اور جانوروں کے ساتھ بدفعلی پر گواہی ہے: **مـالايـقبـل فيــه أقـل مـن أربـعة رجـال، لا امرأة فيهم، وهو الزنـا،**

---

(۴۷) شـرط الشاهد مسلم، حر، مكلف، عدل، ذومروء ة، غهم، وأن يكون ناطقاً، وأن لايـكون محجوراًعليه. (مغني المحتاج: ۳۸۸/٦، تحفة المحتاج: ۴۰۱/۴، روضة الطالبين: ۱۹۹/۸، حاشية الجمل: ۳۲۸/۸)

(۴۸) لـلـعدالة في الشاهد خمس شروط: أن يكن مجتنباً للكبائر، غير مصرعلى القليل من الصغائر، سليم السريرة، مأموناًعند الغضب، محافظاًعلى مروء ةمثله. (الفقه المنهجي: ۵۲۹/۳، الاقناع، ص: ۲۳۳)

واللواط، واتیان البھائم .اس کی اصل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:والـذین یرمون المحصنات، ثم لم یأتوا بأربعة شهداء ، فاجلدوهم ثمانین جلدة. (۴۹)''جولوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو اُنھیں اسی کوڑے لگاؤ''۔

(۲) دوسرا وہ حق، جس میں دومردوں کی گواہی معتبر ہے، جیسے: ارتداد، چوری، شراب نوشی وغیرہ پر گواہی ہے:مایقبل فیه شاهدان، لاامرأة فیهما، وهوماسوی الزنامن حدود الله تعالیٰ، کالقطع فی السرقة، وحد الحرابة، والجلد فی الخمر، والقتل فی الردة.(۵۰)

(۳) تیسرا وہ حق،جس میں ایک آدمی کی گواہی قابلِ قبول ہے، جیسے: رمضان کے چاند کی گواہی: لایحکم بشاهدواحد الافی هلال رمضان، وتوبعه.(۵۱)

۲۔حق العبد،اس کی بھی تین قسمیں ہیں:

(۱) ایک وہ حق، جس میں صرف دومردوں کی گواہی معتبر ہوگی، یہ وہ حق ہے، جس کا مقصد مال نہ ہواور مرد جس سے باخبر رہ سکتے ہوں، جیسے: طلاق، رجعت، اسلام، وقف اور وصیت وغیرہ:مایقبل فیه شهادة رجلین، ولایقبل فیه شهادة النساء بحال، وهو کل مالم یکن حالا، ولا المقصود منه المال، ویجوز أن یطلع علیه الرجال الأجانب کالنکاح، والطلاق، والخلع، والرجعة، والقصاص، والقذف، والعتق، والنسب، والکتابة، والتدبیر، وعقد الوکالة، والوصیة، فلایقبل فی جمیع ذلک شهادة النساء.(۵۲)

(۲) دوسرا وہ حق،جس میں دومرد یا ایک مرداوردوعورتوں کی گواہی یا پھر ایک گواہ اور مدعی

---

(۴۹) النور: ۴

(۵۰) الحاوی الکبیر: ۱۷/۷-۸، روضة الطالبین: ۸/۲۲۷، تحفة المحتاج: ۴/۴۲۰

(۵۱) تحفة المحتاج: ۴/۴۲۰

(۵۲) الحاوی الکبیر: ۱۷/۷-۸، روضة الطالبین: ۸/۲۲۷

کی قسم مقبول ہوگی، یہ وہ حق ہے، جس سے مقصود مال ہو، جیسے: بیع، اقالہ، حوالہ، ضمان، اجارہ، رہن اور شفعہ وغیرہ: مایقبل فیہ شاھدان، وشاھد وامرأتان، وشاھدویمین، وھو المال وماکان مقصوده المال، لقول اللہ تعالیٰ: واستشھدوا شھیدین من رجالکم، فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان. ﴿البقرة: ۲۸۲﴾(۵۳)

(۳) تیسرا وہ حق، جس میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی، یا پھر چار عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی، یہ وہ حق ہے، جس میں عمومی طور پر مرد واقفیت نہیں رکھتے، جیسے: ولادت، رضاعت، بکارت اور دیگر عورتوں کے عیوب کے مسائل: مایقبل فیہ شھادة النساء منفردات، وھو الولادة، والاستھلال، والرضاع، ومالایجوز أن یطلع علیہ الرجال الأجانب من العیوب المستورة بالعورة، فیقبل فیہ أربعة نسوة، فان شھد بذلک شاھدان، أو شاھد وامرأتان، قبل؛ لأن شھادة الرجال أغلظ، ولایقبل فیہ شاھد ویمین.(۵۳)

نابینا کی گواہی

نابینا کی گواہی معتبر نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ فریقین کے مابین تمیز نہیں کرسکتا: شھادة الأعمیٰ مردودة باجماع لفقد آلتہ بذھاب بصره فیما یصیر عالماً بہ.(۵۴)؛ البتہ علماء نے پانچ موقعوں پر اس کی گواہی کا اعتبار کیا ہے:

۱۔ موت: کسی کی موت کے سلسلہ میں نابینا کی گواہی اس وقت معتبر ہے، جب کہ یہ خبر عام ہوجائے: الموت: فانہ یثبت بالتسامع.(۵۵)

۲۔ نسب: کسی کے نسب کے سلسلہ میں نابینا کی گواہی اس وقت معتبر ہے، جب کہ یہ خبر اس

---

(۵۳) الحاوی الکبیر: ۷/۱۷-۸، روضة الطالبین: ۲۲۷/۸

(۵۴) الحاوی الکبیر: ۴۰/۱۷ (۵۵) الاقناع، ص: ۶۳۹

طرح عام ہو جائے کہ بینا اور نابینا دونوں اس کی سماعت میں برابر ہوں: یقبل شهادة الأعمى بالنسب اذاتظاهرت به الأخبار المدركة بالسمع الذی یشترک فیه الأعمیٰ والبصیر (۵۶)

۳۔ملکِ مطلق: ملکِ مطلق کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کی ملکیت کا دعویٰ کرے اوراس کے اس دعوے کا کوئی مخالف نہ ہو، ایسی صورت میں نابینا شخص کسی شخص کو متعین کئے بغیر گواہی دے کہ یہ چیز یقیناً مملوکہ ہے(غیر مملوکہ نہیں)، تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی: وذلک کأن یدعی شخص ملک شئ، ولامنازع له فیه، فیشهد الأعمیٰ أن هذاالشئ مملوک دون أن ینسبه لمالک معین. (۵۷)

۴۔ترجمہ: قاضی یا حاکم کے سامنے ترجمہ کے سلسلہ میں گواہی دینا درست ہے؛ کیوں کہ یہ سنی ہوئی بات توضیح کرنا ہے: وتصح شهادة الأعمیٰ بالترجمة عند الحکام؛ لأنه یشهد بتفسیر الکلام المسموع. (۵۸)

۵۔مضبوط: یعنی کوئی شخص اس نابینا کے کان میں طلاق، عتق یا کسی معروف شخص کے مال کا اقرار کرے، چنانچہ یہ نابینا اس کو پکڑ لے اور قاضی کے پاس اس سے سنی ہوئی بات کے مطابق اس کے خلاف گواہی دے، تو اس سلسلہ میں اس کی یہ بات مانی جائے گی:(علی المضبوط)عنده، کأن یقر شخص فی أذنه بنحو طلاق، وعتق، أومال شخص معروف الاسم والنسب، فیتعلق الأعمی به، ویضبطه حتی یشهد علیه بماسمع منه عند القاضی به، فتقبل علی الصحیح. (۵۹)

---

(۵۶) الحاوی الکبیر: ۱۷/۴۳، المجموع: ۲۲/۲۶۲

(۵۷) الفقه المنهجی: ۳/۵۷۰، الاقناع، ص: ۶۳۹

(۵۸) الحاوی الکبیر: ۱۷/۴۳، المجموع: ۲۲/۲۶۲

(۵۹) الاقناع، کتاب الأقضية، ص: ۶۴۰، الفقه المنهجی: ۳/۵۷۱

ان چیزوں میں نابینا کی گواہی کا اعتبار اس لئے ہوتا ہے کہ یہ چیزیں کسی خاص مشاہدہ سے متعلق نہیں ہوتیں؛ بل کہ یہ باتیں نقل درنقل ایک دوسرے تک پہنچتی ہیں اور اس قدر مشہور ہوتی ہیں کہ جھٹلائے جانے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔

فاسق کی گواہی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے گواہوں کے سلسلہ میں یہ فرمایا ہے کہ وہ عادل ہوں، ارشاد ہے: **وأشهدوا ذوی عدل منکم.** (۶۰) ''اور اپنے میں سے دو عادل کو گواہ ٹھہراؤ''؛ لیکن آج کے زمانہ میں عادل گواہوں کا ملنا دشوار ترین امر ہے، تو کیا صاحبِ حق کا حق ضائع اور کارِ قضاء تعطل کا شکار ہو جائے گا؟ ظاہر ہے کہ اس کا قائل کوئی بھی نہیں ہے، تو پھر اس سلسلہ میں کیا کیا جائے گا؟ امام اذرعی، امام غزی اور کچھ اصحاب نے بعض مالکیہ کے قول کو ضرورۃً اختیار کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ایسی صورت میں ایسے لوگوں کی گواہی کا اعتبار کیا جائے گا، جو ان لوگوں میں بہتر ہوں: **اختار جمع منهم الأذرعی، والغزی، وآخرون قول بعض المالكية: اذا فقدت العدالة، وعم الفسق، قضى الحاكم بشهادة الأمثل فالأمثل للضرورة.** (۶۱)؛ لیکن دوسرے فقہاء نے اس کو قبول نہیں کیا ہے، چنانچہ عز الدین بن عبدالسلامؒ نے یہ کہتے ہوئے اس کی تردید کی ہے کہ مشہود علیہ کا مفسدہ اس کی مصلحت سے معارض ہے: **أن مصلحته يعارضها مفسدة المشهود عليه.** (۶۲)؛ البتہ امام شافعیؒ سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ خطابیہ کے علاوہ اہلِ ہوا اور بدعقیدہ لوگوں کی گواہی قابل قبول ہوگی: **وقد صرحوا كالشافعی بقبول شهادة أهل الهواء، والبدع الا الخطابية.** (۶۳)، اس قول کی روشنی میں دیکھا جائے تو آج کل کے لوگ بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں؛ لیکن اس وقت، جب کہ اہلِ ہوا

(۶۰) الطلاق: ۲ (۶۱) تحفة المحتاج: ۴/۴۰۱

(۶۲) نهاية المحتاج: ۸/۲۹۲ (۶۳) فتح الجوادبشرح الارشاد: ۳/۵۰۰

اورفساق کے درمیان کوئی تفریق نہ کی جائے؛ کیوں کہ کتابوں میں فاسق اس شخص کو کہا گیا ہے، جو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو، اب ایسی صورت میں ایک بات یہ رہ جاتی ہے کہ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ ارشاد اس طرح فرمایا گیا ہے: **واستشهدوا شهيدين من رجالكم، فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء.** (۶۴) ’’اوراپنے میں سے دومرد گواہ رکھ لو، اگر دومرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، جنھیں تم گواہوں سے پسند کرلو‘‘، یہاں پر شہدائے مرضیین کی گواہی کو مقبول کہا گیا ہے، اب مرضیین کسے کہیں گے؟ اور کیا ہر زمانہ کے لئے ایک ہی طرح کے لوگ مرضیین میں شمار کئے جائیں گے یا زمانہ کے لحاظ سے اس کے اندر فرق پڑے گا؟ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: **ممن ترضون: يقتضى كون الشهداء من رجال كل قرن مرضيين منهم، وكيف يمكن فى قرننا هٰذا أن تستشهد مثل أبى حنيفة؟ اذلايوجدعادل فى هٰذا القرن، وقد قال رسول الله ﷺ لأصحابه: انكم فى زمان من ترك عشرماأمربه هلك، ثم يأتى زمان من عمل منهم عشرماأمربه نجا.** (۶۵) ’’**ممن ترضون** اس بات کا تقاضی کرتا ہے کہ لوگوں میں سے ہر صدی کے پسندیدہ گواہ ہوں، اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے اس صدی میں امام ابوحنیفہؒ کی طرح لوگ گواہی دیں، جب کہ اس زمانہ میں ایک بھی عادل شخص کا وجود نہیں ہے؟ اور اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمادیا ہے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ دین کا دسواں حصہ بھی ترک کرو تو ہلاک ہو جاؤ گے، پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ دین کے دسویں حصے پر عمل کرلیں تو نجات پا جائیں گے‘‘۔

شہادت سے رجوع

اگر شاہد سچا ہے تو رجوع عن الشہادۃ حرام ہے؛ کیوں کہ اس سے حقوق ضائع ہوں گے،

---

(۶۴) البقرة: ۲۸۲ (۶۵) التفسيرى المظهرى: ۴۲۸/۱

قرآن مجید میں ہے:ولا تکتموا الشھادۃ، ومن یکتمھافانہ اٰثم قلبہ. (۶۶)''اورتم گواہی کومت چھپاؤ،اور جوشخص شہادت کو چھپائے گا تو اس کا دل گناہ گار رہے''؛لیکن اگر گواہ جھوٹا ہوتو شہادت سے رجوع کرلینا واجب ہے؛ اس لئے کہ یہ'' شہادتِ زور'' ہے اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے گناہِ کبیرہ کے بارے میں پوچھا گیاتو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: الاشراک باللہ، وعقوق الوالدین، وقتل النفس، وشھادۃ الزور. (۶۷)''اللہ کے ساتھ شرک کرنا،والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق کسی کوقتل کرنااورجھوٹی گواہی دینا''۔

شہادت سے رجوع کی قسمیں

بنیادی طور پراس کی دوقسمیں ہیں:

۱۔قاضی کے فیصلہ سے پہلے رجوع:اگرکوئی گواہ قاضی کے فیصلہ کرنے سے پہلے اپنی گواہی سے رجوع کرلےتو قاضی اس کی گواہی پر فیصلہ نہیں کرے گااوراگر زنا کے مسئلہ میں رجوع کرلیتا ہے تو اس پر حدقذف لازم ہوگا: اذا شھد الشھود بحق، ثم رجعوا عن الشھادۃ بعد أدائھا، فینظر:اذاکان رجوعھم بالشھادۃ قبل الحکم بشھادتھم، لم یحکم بھا ، سواء کانت الشھادۃ دی حدوداللہ تعالیٰ، أوفی مال آدمی، فان کان فی زناۃ وجب حد القذف.(۶۸)

۲۔قاضی کے فیصلہ کے بعدرجوع:اس کی دوصورتیں ہیں:

(الف)صاحبِ حق کا اپناحق لینے سے پہلے رجوع:ایسی صورت میں اگرمشہود بہ(جس چیز کے لئے گواہی دی جارہی ہے)مال ہوتو قاضی کا فیصلہ نافذ ہوجائے گا،اورجس کےحق میں فیصلہ کیا گیاہے، وہ اس مال کو لے لے گا؛ کیوں کہ قضاءمکمل ہو چکاہے، اورمال ان چیزوں میں سے

(۶۶) البقرۃ: ۲۸۳ (۶۷) (بخاری، باب ماقیل فی شھادۃ الزور،حدیث نمبر: ۲۶۵۳
(۶۸) (الوسیط: ۳۴۷/۴

نہیں، جس میں شبہ کی وجہ سے فیصلہ ساقط ہوجاتا ہے: أما اذا رجع الشهود بعدنفود الحكم، وقبل الاستيفاء، فينظر: ان كان في مال، أعقد، فالمنصوص: لم ينقض حكمه به، وأمضاه، أى يجوز الاستيفاء ... لأن الحكم قد نفذبالاجتهاد، ولاينقض بالاحتمال؛ لأن الشبهة لاتؤثر فيه.(۶۹)

(ب) اگر مشہود بہ کا تعلق سزا سے ہو تو یہ سزا — خواہ حقوق اللہ میں سے ہو یا حقوق العباد میں سے — شبہ کی وجہ سے ساقط ہوجائے گی اور سزا کا نفاذ نہ ہوسکے گا، کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ادرؤوا الحدود مااستطعتم.(۷۰) "استطاعت کے بقدر حدود کو دور کرو": واذا كان ماشهدوابه في حد، أوقصاص، أى ممايسقط بالشبهة، فاذاكان من حقوق الله المحضة كحد الزنا، وحد الخمر، وقطع السرقة، فيسقط الحكم برجوع الشهادة.(۷۱)

۳۔ صاحبِ حق کا اپنا حق لینے کے بعد رجوع: اگر گواہ صاحبِ حق کا اپنا حق لینے کے بعد گواہی سے رجوع کرتا ہے تو اب قاضی کا کیا ہوا فیصلہ درست سمجھا جائے گا، اور گواہ کے رجوع کی وجہ سے اس کا فیصلہ ساقط نہیں ہوگا: أما اذا رجعوا بعد الحكم والاستيفاء، أى بعد نفوذ الحكم، واستيفاء الحق، فلاينقض الحكم، ويكون على نفاذه.(۷۱)

---

(۶۹) المجموع: ۲۲/ ۲۸۹-۲۹۰، الحاوی الكبير: ۱۷/ ۲۵۱، الوسيط فی المذهب: ۴/ ۳۴۷-۳۴۸

(۷۰) ترمذی، كتاب الحدود، باب ماجاء فی درء الحدود، حديث نمبر: ۱۴۲۴

(۷۱) المجموع: ۲۲/ ۲۸۹-۲۹۰، الحاوی الكبير: ۱۷/ ۲۵۱، الوسيط فی المذهب: ۴/ ۳۴۷-۳۴۸

قسم

قسم کے لغوی معنی

قسم کو عربی زبان میں ''**یمین**'' کہتے ہیں، یمین ''**یسار**'' کی ضد ہے، جس کے معنی ''بائیں'' کے ہیں، اس لحاظ سے ''یمین'' کے معنی ''دائیں'' کے ہیں: **الیمین: نقیض الیسار**. اس کی جمع **أیمان**، **أیمن** اور **یمائن** آتی ہے: **والجمع: أیمان، وأیمن، ویمائن.** (۷۲)، کلامِ عرب میں یہ کئی معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، چنانچہ اس کا ایک معنی دائیں ہاتھ کے ہیں، یمین کا دوسرا معنی قوت اور قدرت کے ہیں، قرآن مجید میں ہے: **لأخذنا منه بالیمین.** (۷۳)، اسی طرح اس کا تیسرا معنی مقام و مرتبہ کے بھی ہیں: **الیمین فی کلام العرب علی وجوہ: یقال للیدالیمنیٰ: یمین، والیمین: القوۃ، والقدرۃ، والیمین: المنزلة، قال الأصمعی: ھوعندنابالیمین: أی بمنزلة حسنة** (۷۴)، قسم کو یمین اس لئے کہتے ہیں کہ عرب کے لوگ جب قسم کھاتے تھے تو اس وقت ایک دوسرے کے دائیں ہاتھ پر اپنا دائیاں ہاتھ مارتے تھے: **سمی الحلف یمیناً لأنھم کانوا اذا تحالفوا، ضرب کل واحد منھم بیمینه علی یمین صاحبه، فسمی الحلف یمیناً مجازاً.** (۷۵)

شرعی تعریف

شرعی طور پر یمین ''اللہ کے نام یا اس کی کسی صفت کے ذریعہ سے کسی بات کو ثابت یا مؤکد کرنے کو کہتے ہیں: **الیمین: تحقیق الأمر، أوتوکیدہ بذکراسم اللہ تعالیٰ، أومن صفاته.** (۷۶)

---

(۷۲) لسان العرب: ۳۲۳/۱۵
(۷۳) الحاقة: ۴۵
(۷۴) لسان العرب: ۳۲۵/۱۵
(۷۵) المصباح المنیر، ص: ۴۰۵
(۷۶) المجموع ۱۰۷/۱۹

قسم کے صحیح ہونے کی شرطیں

قسم کے صحیح ہونے کے لئے درج ذیل شرطیں ہیں:

۱۔مکلّف ہونا؛ چنانچہ بچہ اور مجنون کی قسم کا اعتبار نہیں۔

۲۔آزاد ہونا؛ چنانچہ غلام کی قسم غیر معتبر ہے۔

۳۔بااختیار رہونا؛ چنانچہ مُکرَہ کی قسم کا اعتبار نہیں۔

۴۔قسم کھانے کا ارادہ ہونا؛ چنانچہ لغو قسم کھانے والے کی قسم کا اعتبار نہیں۔(۷۷)

قسم کی قسمیں

بنیادی طور پر قسم کی دو قسمیں ہیں:

۱۔صریح:

۲۔کنایہ:

پھر اللہ کے نام کے ساتھ اضافت کی صورت میں اس کی چار قسمیں ہوتی ہیں:

۱۔ایک ان اسماء کی طرف اضافت، جو صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے ہی استعمال ہوتے ہیں، جیسے: **الله، الرحمٰن، والالٰه، الخالق، الرازق** وغیرہ، قسم کے باب میں یہ الفاظ صریح ہیں، ان کے ذریعہ قسم کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہوتی: **أسماء الله عز وجل اذا حلف بها، انعقدت يمينه، والأسماء الالٰهية ثلاثة أنواع: أحدها: مايختص به الله تعالىٰ، ولايطلق في حق غيره، ولايشاركه أحد فيها، لأنه لايسمى بها غيره، ولايتصف بهاسواه، كالله، والالٰه، والرحمان، وماأشبه ذلك.**

---

(۷۷) **تصح اليمين من كل مكلف، حر، مختار، قاصد لليمين، ولاتنعقد يمين صبى، ولامجنون، ولانائم. (المجموع: ۱۹/۱۱۱، تحفة المحتاج: ۲۸۹/۴، الاقناع مع البجيرمى: ۲۹۸/۴)**

۲۔ دوسرے ان اسماء کی طرف اضافت، جواللہ تعالیٰ اور غیر اللہ دونوں کے لئے مشترک طور پر استعمال ہوتے ہوں؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے حق کے سلسلہ میں اس کا استعمال غالب ہو، اور غیر اللہ کے لئے اس وقت استعمال ہوتے ہوں، جب کہ کسی لفظ کے ساتھ انھیں مقید کر دیا جائے جیسے: **علیم، حکیم، رحیم، جبار** وغیرہ، ان الفاظ کے ذریعہ سے بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے، خواہ قسم کی نیت کی جائے یا نہ کی جائے: **والقسم الثاني: مايطلق فی حق الله وفی حق غيره؛ لكن الغالب استعماله فی حق الله تعالیٰ، وأن يقيد فی حق غيره بضرب تقييد، وهو: والرحيم، والقادر ...فان حلف باسم منها، ونوی الله تعالیٰ، أو أطلق، انعقدت يمينه.** (۷۸)

۳۔ تیسری چیز اللہ کے ازلی صفات کے ذریعہ قسم کھائی جائے، جیسے: اللہ کی قدرت، اس کے علم، اس کی عظمت، اس کے جلال، اس کی کبریاء اور اس کی مشیت وغیرہ کے ذریعہ سے، تو ان الفاظ سے قسم منعقد ہو جائے گی: **وقدرة الله، وعظمة الله، وجلال الله، وعزة الله، وكبرياء الله، ومشيئة الله، وسمع الله، وبصر الله، وهی صفات قديمة، ان نوی بها اليمين، أو أطلق انعقدت يمينه؛ لأن هٰذه الصفات للذات لم يزل موصوفاً بها، فصار كاليمين بأسماءه.** (۷۹)

۴۔ چوتھی چیز ایسے الفاظ سے قسم کھائی جائے، جن میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا پہلو نہ پایا جاتا ہو، ان سے نیت کرنے کے باوجود قسم منعقد نہیں ہوگی: **مالايصير يميناً، وان نویٰ، وهو مالاتعظيم فيه، كقوله: بالشئ الموجود والمرئی، وأراد به الله تعالیٰ، فليس بيمين، وان نویٰ.** (۸۰)

قسم کے کلمات

قسم کے کلمات کے چار درجے ہیں:

(۷۸) المجموع: ۱۹/ ۱۱۹، روضة الطالبين: ۸/ ۱۱-۱۲، تحفة المحتاج: ۴/ ۲۹۰، مغنی المحتاج: ۶/ ۲۲۶

(۷۹) المجموع: ۱۹/ ۱۲۱، نهاية المحتاج: ۸/ ۱۷۶

(۸۰) الوسيط: ۴/ ۲۶۰-۲۶۱

۱۔**أقسمت، أو أقسم، أو حلفت، أوأحلف بالله** :ان الفاظ میں وعدہ اور خبر دینے کا احتمال پایا جاتا ہے، چنانچہ اگر قسم کی نیت کرتا ہے تو قسم سمجھا جائے گا؛لیکن اگر وعدہ اور خبر دینے کی نیت کرتا ہے تو قسم نہیں سمجھا جائے گا، اوراگر کچھ نیت نہیں کرتا تو ایک قول کے مطابق قسم نہیں سمجھا جائے گا اوردوسرے قول کے مطابق عادت کے کی وجہ سے قسم سمجھا جائے گا:**أما الكلمات، فقوله: أقسمت بالله،أو أقسم بالله، أو حلفت بالله، أوأحلف بالله، فهٰذا يحتمل الاخبار والوعد، فان نوىٰ اليمين، فهو يمين، وان قصد الوعد، والاخبار، فلا، وان أطلق، فوجهان: أحدهما: ليس بيمين، والثاني: أنه يمين للعادة.**(۸۱)

۲۔**عهد الله، على عهد الله، نذرت بالله**: یہ الفاظ قطعی طور پر کنائی ہیں:**الدرجة الثانية: ماهو كناية قطعاً، كقوله: عهد الله، أوعلى عهد الله،أو نذرت بالله.**(۸۲)

۳۔ **أشهد بالله** :بعض حضرات اس کے کنایہ ہونے کے قائل ہیں، جب کہ بعض حضرات **أقسم بالله** کی طرح مانتے ہیں:**الدرجة الثالثة: وهو بين المرتبتين، كقوله: أشهد بالله، منهم من قال: انه كناية قطعاً، وقال المراوزة: هو كقوله: أقسم بالله.**(۸۳)

۴۔**وأيم الله، أحلف بالله** کے معنی میں ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ باللہ کے معنی میں ہے؛ کیوں کہ یہ عربوں کے مابین قسم کے معنی میں صریح ہے:**الدرجة الرابعة: أن يقول: وأيم الله، والظاهر أنه كقوله: أحلف بالله، وقيل: انه كقوله: بالله، فانه صريح فيمابين العرب.**(۸۴)

---

(۸۱) الوسيط: ۲۶۱/۴، الحاوی الكبير: ۱۵ /۲۷۰، المجموع: ۱۹ /۱۳۰، تحفة المحتاج: ۲۹۲/۴، روضة الطالبين: ۱۴/۸، مغنی المحتاج: ۲۳۰/۶

(۸۲) الوسيط: ۲۶۱/۴–۲۶۲، ، المجموع: ۱۲۳/۱۹، تحفة المحتاج: ۲۹۲/۴

(۸۳) الوسيط: ۲۶۲/۴، ، المجموع: ۱۳۲/۱۹، تحفة المحتاج: ۲۹۲/۴، روضة الطالبين: ۱۵/۸

(۸۴) الوسيط: ۲۶۲/۴ ، المجموع: ۱۲۷/۱۹ – ۲۸، روضة الطالبين: ۱۶/۸، مغنی المحتاج: ۲۳۱/۶

اقرار

اقرار کے لغوی معنی

اقرار کے لغوی معنی ''حق کے سامنے جھکنے اور کسی چیز کے اعتراف کرنے'' کے ہیں:

الاقرار: الاذعان للحق، والاعتراف به.(۸۵)

اقرار کی شرعی تعریف

اقرا کے شرعی معنی ''اپنے اوپر دوسرے کے سابق حق کی خبر دینے'' کے ہیں: **اخبار خاص عن حق سابق لغیره علیه.**(۸٦)

مشروعیت

اس کی مشروعیت قرآن حدیث سے ثابت ہے۔

قرآن سے

اللہ تعالیٰ نے حکایت نقل کی ہے، ارشاد ہے: **قالوا أقررنا.** (الٰ عمران: ۸۱) ''وہ لوگ کہیں گے: ہم نے اقرار کیا''، دوسری جگہ ہے: **وآخرون اعترفوا بذنوبھم.**(۸۷) ''اور دوسروں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا''۔

---

(۸۵) لسان العرب: ۱۵/۱۲، المعجم الوسیط، ص: ۷۲۵

(۸٦) فتح الجواد، ۲۳۱/۲، عجالة المحتاج: ۸۵۱/۲، تحفة المحتاج: ۳۴۵/۲

(۸۷) التوبة: ۱۰۲

(۸۸) بخاری، کتاب الحدود، حدیث نمبر: ۲۳۱۴-۲۳۱۵

حدیث سے

طویل حدیث ایک کا ٹکڑا، جس میں آپ ﷺ نے حضرت اُنیسؓ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

اغـد یااُنیس! الی امرأة هٰذا، فان اعترفت، فارجمها. (۸۸)''اے اُنیس! اس کی بیوی کے پاس جاؤ، اگر وہ اعتراف کرلے تو اسے رجم کردو''۔

اقرار کے ارکان

اقرار کے چار ارکان ہیں:

۱۔مقر۔

۲۔مقرلہ۔

۳۔مقربہ۔

۴۔صیغۂ اقرار۔(۸۹)

مقر کے لئے شرطیں

۱۔بالغ ہونا۔

۲۔عاقل ہونا۔(۹۰)

۳۔بااختیار ہونا، چنانچہ مُکرَہ کے اقرار کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ **ولایصح اقرارمکره بغیرحق**(۹۱)

---

(۸۹) وأركانه أربعة: مقر، وصيغته، ومقر له، وبه. (فتح الجواد: ۲۳۱/۲، روضة الطالبين: ۳/۴، تحفة المحتاج: ۳۴۵/۲

(۹۰) يصح الاقرار من مطلق التصرف، أى المكلف الرشيد. (تحفة المحتاج: ۲ /۳۴۵، عجالة المحتاج: ۸۵۱/۲، فتح الجواد: ۲۳۱/۲

(۹۱) تحفة المحتاج: ۳۴۷/۲، عجالة المحتاج: ۸۵۲/۲، فتح الجواد: ۲۳۱/۲

۴۔مجورعلیہ(جس کوتصرفات سے وک دیا گیاہو)نہ ہو،چنانچہ مالی معاملات میں اس کے اقرارکااعتبار نہیں کیاجائے گا؛البتہ حدوداورقصاص میں اس کااقرارمعتبر سمجھاجائے گا: لایصح منه اقرار به ، أى بمال، وان اسنده الى ماقبل الحجر.(۹۲)

مقرلہ کے شرطیں

ا۔مقرلہ اس طور پر متعین ہوکہ اس سے مطالبہ کیا جاسکے:ویشترط فی المقر له تعيينه بحيث تمكن مطالبته.(۹۳)

۲۔مقرلہ میں مقربہ کے لئے اہلیت کااستحقاق موجود ہو:ویشترط فی المرله أهلية الاستحقاق المقر به.(۹۴)

۳۔مقرلہ مقرکی تکذیب نہ کرے:یشترط لصحة الاقرارعدم تكذيب المقر له.(۹۵)

مقربہ کے لئے شرطیں

ا۔مقرکے قبضہ میں ہو:وليكن المقربه فى يدالمقر.(۹۶)

۲۔مقربہ ان چیزوں میں ہو،جس کامطالبہ کرنا درست ہو،احسان وغیرہ سے تعلق رکھنے والی چیز نہ ہو: يشترط فى المقربه أن يكون مماتجوز المطالبةبه.(۹۷)

---

(۹۲) فتح الجواد: ۱۶۲/۲ ،تحفة المحتاج: ۳۶۷/۲، عجالة المحتاج: ۷۹۴/۲

(۹۳) تحفة المحتاج: ۳۴۷/۲،فتح الجواد: ۲۳۷۲، روضة الطالبين: ۱۵/۴

(۹۴) تحفة المحتاج: ۳۴۸/۲،فتح الجواد: ۲۳۴/۲، عجالة المحتاج: ۸۵۳/۲

(۹۵) روضة الطالبين: ۱۴/۴ ، تحفة المحتاج: ۳۴۹/۲،فتح الجواد: ۲۳۴/۲

(۹۶) تحفة المحتاج: ۳۵۲/۲،روضة الطالبين: ۱۸/۴، عجالة المحتاج: ۸۵۵/۲

(۹۷) تحفة المحتاج: ۳۵۲/۲، عجالة المحتاج: ۸۵۵/۲

۳۔مقر بہ مقر کی ملکیت والی چیز نہ ہو:**یشترط فی المقر به أن لا یکون ملکاً للمقر.**(۹۸)

صیغۂ اقرار

اقرا کے لئے کچھ خاص الفاظ ہیں، جن کے ذریعہ سے کوئی چیز اپنے اوپر لازم کرنا معلوم ہوتا ہے، انھیں الفاظ کے معنی میں گونگے شخص کا اشارہ بھی ہے:**الصیغة وشرط فیها لفظ یشعر بالالتزام، وفی معناه الکتابة بالنیة، واشارة الأخرس.**(۹۹)

☆**علی لفلان، عندی لفلان ألف:** یہ صریح اقرار کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

☆ **بلیٰ، أجل، صدقتَ، أنامقربه، ابرأتنی منه، قضیته لک:** یہ الفاظ سوال کے جواب کے لئے استعمال ہوتے ہیں، مثلاً کوئی کہے: کیا تم نے فلاں چیز خریدی؟ اس نے جواب میں کہا: ہاں! یا کسی نے کہا کہ میرا تم پر ہزار روپے ہیں، اس نے جواب میں کہا کہ ہاں! مگر تم نے مجھے بری کر دیا تھا(۹۹)، تو اس کا یہ جواب دینا اقرار ہوگا۔

---

(۹۸) تحفة المحتاج: ۳۵۲/۲، روضة الطالبین: ۱٦/۴، فتح الجود: ۲۳٦/۲

(۹۹) تحفة المحتاج: ۳۴۹/۲–۳۵۱، عجالة المحتاج: ۸۵۴/۲، فتح الجواد: ۲۳۱/۲–۲۳۳

قیافہ شناسی

قیافہ کے لغوی وشرعی معنی

قیافة ''آثار تلاش کرنے'' کو کہتے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے: قاف الرجل الأثر قوفا، أی تتبعه و اقتافه، اسی کا اسمِ فاعل **قائف** ہے، جس کی جمع **قافة** آتی ہے، جیسے: کافر و کفرة. (۱۰۰) قائف اس شخص کو کہتے ہیں، جو خطوط وآثار تلاش کرے، اُسے پہچانے اور کسی کی شباہت کو اس کے بھائی یا اس کے والد کے ذریعہ سے پہچانے: القائف: الذی یتتبع الآثار ویعرفها، ویعرف شبه الرجل بأخیه وأبیه. (۱۰۱)

شرعی طور پر قائف اس شخص کو کہتے ہیں، جو کسی کے نسب کے اشتباہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اپنے مخصوص علم کے ذریعہ سے کسی کے ساتھ جوڑ دے: من یلحق النسب بغیره عند الاشتباه بماخصه الله تعالیٰ به من علمه. (۱۰۲)

مشروعیت

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں: دخل علی رسول الله ﷺ أعرف السرور فی وجهه، فقال: ألم ترَی أن مجززاً المدلجی نظر الی اسامة وزید، علیهماقطیفة قد غطیا رؤسهماوبدت أقدامهما، فقال: ان هذه الأقدام بعضها من بعض. (۱۰۳) ''رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے، میں آپ کے چہرے پر خوشی محسوس کر رہی تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم دیکھتی نہیں کہ مجزز مدلجی نے اسامہ و زید (رضی اللہ عنہم) کو دیکھا، جب کہ وہ دونوں چادر

---

(۱۰۰) المصباح المنیر، ص: ۳۰۹

(۱۰۱) لسان العرب: ۲۲۰/۱۲، لفظ: قوف

(۱۰۲) مغنی المحتاج: ۴۸۱/۶

(۱۰۳) بخاری، باب القائف، حدیث نمبر: ۶۷۷۰

اُوڑھ کر سو رہے تھے اور کہا: یہ پیر ایک دوسرے سے ہیں''۔

قیافہ شناس کے لئے شرطیں

قیافہ شناس کے لئے درج ذیل شرطیں ہیں:

۱۔ مسلمان ہونا: چنانچہ کافر کی قیافہ شناسی مقبول نہیں ہوگی۔

۲۔ بالغ ہونا: چنانچہ بچے کی قیافہ شناسی مقبول نہیں ہوگی۔

۳۔ عاقل ہونا: چنانچہ مجنون کی قیافہ شناسی مقبول نہیں ہوگی۔

۴۔ عادل ہونا: چنانچہ فاسق کی قیافہ شناسی مقبول نہیں ہوگی۔

۵۔ تجربہ کار ہونا: یعنی خطوط اور آثار کے ذریعہ سے نسب پہچان کی مہارت ہو۔

۶۔ آزاد ہونا: غلام کی قیافہ شناسی مقبول نہیں ہوگی۔

۷۔ مرد ہونا: عورت کی قیافہ شناسی مقبول نہیں ہوگی[۱۰۴] ۔

قیافہ شناسی کے تجربہ کا طریقہ

ایسی عورتوں کے درمیان قائف کے سامنے بچہ پیش کیا جائے، جن میں اس بچہ کی حقیقی ماں موجود نہ ہو، تین مرتبہ یہی عمل کیا جائے، اگر تینوں مرتبہ اس کی بات درست نکلی تو اس کو تجربہ کار شمار کیا جائے گا اور اُس کے بعد اِس سلسلہ میں اُس کی بات مقبول ہوگی، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ تجربہ صرف عورتوں کے درمیان کیا جائے گا یا مردوں کے درمیان اس کے والد کی موجودگی میں بھی تجربہ کیا جانا چاہیئے؟ اس سلسلہ میں دو وجہیں ہیں:

(۱) مردوں کے درمیان والد کے ساتھ بچہ کو پیش نہیں کیا جائے گا۔

---

(۱۰۴) فیکون مسلماً بالغاً عاقلاً عدلاً، والأصح اشترط حریته وذکورته. (روضة الطالبین: ۳۷۴/۸)(مجرب) بخطه فی معرفة النسب. (مغنی المحتاج: ۴۸۲/۶)

(۲) منصوص اور صحیح قول یہ ہے کہ پیش کیا جانا چاہئے؛ البتہ ماں کے ساتھ پیش کیا جانا اولیٰ ہے: **أن یعرض علیه ولد فی نسوة، لیس فیهن أمه، ثم فی نسوة، لیس فیهن أمه، ثم فی نسوة، لیس فیهن أمه، فاذا أصاب فی الکل، صارمجرباً، وقبل قوله بعدذلک، وهل تختص التجربة بالأم، أم یجوز أن یعرض علیه المولود مع أبیه فی الرجال؟ وجهان: الأصح المنصوص: الثانی، وبه قطع العراقیون وغیرهم؛ لکن العرض مع الأم أولیٰ.** (۱۰۵)

قائف کے پاس بچہ کب پیش کیا جائے؟

دوصورتوں میں بچہ قائف کے سامنے پیش کیا جائے گا:

۱۔ جب دوآدمیوں کے درمیان لقیط میں سے مولودِ مجہول کے سلسلہ میں تنازع ہو کہ یہ اس کے علاوہ ہے، تو ایسے بچہ کو قائف کے سامنے پیش کیا جائے گا: **أن یتنازع اثنان مولوداً مجهولاً من لقیط أن غیره، فیعرض علی القائف.** (۱۰۶)

۲۔ دو یا دو سے زائد اشخاص کسی خاتون کی وطی میں مشترک ہوں (جیسے وطی بالشبہ یا نکاح صحیح میں وطی کے بعد طلاق دیدے اور کوئی شبہ میں وطی کرے) اور بچے کی پیدائش اتنے وقت کے اندر ہو، جس میں دونوں کی طرف سے بچہ کی پیدائش کا امکان ہو اور دونوں میں سے ہر ایک بچہ کا دعویدار ہو، ایسی صورت میں بچے کو قائف کے سامنے پیش کیا جائے گا: **أن یشترکا اثنان فأکثرفی وطء امرأة، فتأتی بولدلزمان یمکن کونه منهما، ویدعیه کل منهما، فیعرض علی القائف.** (۱۰۶)

موجودہ زمانہ کا ایک مسئلہ

آج کل نسب کی تحقیق کے لئے طبی طور پر ڈی، این، اے ٹسٹ کرایا جاتا ہے، جس میں

---

(۱۰۵) روضة الطالبین: ۳۷۵/۸

(۱۰۶) روضة الطالبین: ۳۷۵/۸، التهذیب: ۳۴۷/۸

جین کے ذریعہ پتا لگایا جاتا ہے کہ کس کا بچہ ہے؟ کیا اس تحقیق سے ثبوتِ نسب میں فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ درج ذیل ہے:

> اگر کسی بچہ کے بارے میں چند دعویدار ہوں اور کسی کے پاس واضح شرعی ثبوت نہ ہو تو ایسے بچے کا نسب ڈی، این، اے ٹسٹ کے ذریعہ متعین کیا جاسکتا ہے۔ (۱۰۷)

(۱۰۶) ڈی، این، اے ٹسٹ اور جینٹک سائنس سے متعلق شرعی مسائل، ص: ۱۵

تیسرا باب

درخواست اور خلع نامہ کے نمونے

نمونۂ درخواست

(عرضی دعویٰ)

بہ عدالت دارالقضاء امارتِ شرعیہ......

مقدمہ نمبر:__________ سنہ ھ

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی/مدعیہ

بنام

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی علیہ/علیہا

بحضور جناب قاضی شریعت صاحب !دارالقضاء امارت شرعیہ...............

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

میں مدعیہ...........کا نکاح مدعی علیہ...........کے ساتھ پانچ سال قبل بتاریخ...........کو ہوا تھا، نکاح کے بعد رخصت ہو کر میں اپنے شوہر مدعی علیہ کے یہاں آ گئی، ابتداء کے چند ماہ ہم دونوں کے تعلقات اچھے رہے، پھر شوہر کے گھر والوں کی طرف سے تکلیف شروع ہوئی، وہاں کھانے کی تکلیف تھی، کھانا کبھی ملتا اور کبھی نہیں ملتا تھا، نہانے دھونے کے لئے صابن تک نہیں دیتے تھے، جب میں نے اپنے شوہر سے ان تکلیفوں کا ذکر کیا تو اُنھوں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی؛ بل کہ میرے سلسلہ میں ان کا رویہ بھی بدل گیا اور وہ مجھے بلا وجہ مارنے لگے، کبھی وہ ہاتھ سے مارتے، کبھی ڈنڈے سے اور کبھی ہر ہاتھ میں آنے والی چیز سے مارتے، جس کی وجہ سے میں بیمار ہو گئی، اُنھوں نے میرا علاج نہیں کرایا اور مجھ کو میرے میکہ بھیجدیا، اور خود ممبئ چلا گیا، میکہ میں میرے

والدین نے میرا علاج کرایا، اب میں تین سال سے مستقل اپنے میکہ میں ہوں، ان تین سالوں کے درمیان میرے شوہر نے میرے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھا، نہ فون کیا اور نہ ہی کوئی خط بھیجا، نہ خرچہ پانی دیا، میرے شوہر سے میرا ایک دوسال کا بچہ بھی ہے، میرے اور میرے بچے کے تمام اخراجات میرے والدین برداشت کررہے ہیں، میری عمر اس وقت ۲۵/سال ہے، میں جوان ہوں اور دوسری شادی کرنا چاہتی ہوں؛ اس لئے میرا نکاح فسخ کردیا جائے، میں خلع پر بھی راضی ہوں، اگر میرا شوہر بذریعہ خلع مجھے الگ کردے تو میں بشرطِ طلاق یا خلع اپنا کل مہر معاف کردوں گی۔ فقط

دستخط یا انگوٹھا نشان (مدعیہ)

تاریخ:............ ....

مطابق:............

بقلم:............

نمونہ اطلاع بہ نام مدعی علیہ

بہ عدالت دارالقضاء امارتِ شرعیہ......

مقدمہ نمبر:———— سنہ ھ

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی/مدعیہ

بنام

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی علیہ/علیہا

آپ کی بیوی مدعیہ............ نے آپ کے خلاف مقدمہ دائر کیا ہے، آپ مدعی علیہ......کو عرضی دعویٰ کی نقل کی جارہی ہے، آپ مؤرخہ............تک جوابِ تحریری داخل کردیں۔ فقط

دستخط (قاضی)

تاریخ:............ ....

مطابق:............

نمونہ اطلاع بہ نام مدعیہ

بہ عدالت دارالقضاء امارتِ شرعیہ......

مقدمہ نمبر: ———— سنہ ھ

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی/مدعیہ

بنام

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی علیہ/علیہا

مقدمہ ہذا میں مدعی علیہ کے نام اطلاع مع مثنی عرضی دعوی جاری جاری ہوئی، مدعی علیہ نے بیان تحریری داخل کردیا ہے؛ اس لئے مقدمہ ہذا کی تاریخ پیشی مؤرخہ............مقرر کی جاتی ہے، آپ مع گواہان وثبوت تاریخِ مقرر پر دارالقضاء حاضر ہوکر اثباتِ دعوی کریں۔ فقط

دستخط (قاضی)

تاریخ:............ ....

مطابق:............

نمونہ فردِ احکام

بہ عدالت دارالقضاء امارتِ شرعیہ......

مقدمہ نمبر:———— سنہ ھ

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی/مدعیہ

بنام

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی علیہ/علیہا

تاریخ اندراجِ مقدمہ:............نوعیتِ مقدمہ:............تاریخِ فیصلہ:............

تاریخ احکام	احکام	دستخط تعمیل
۱۴۳۲/۶/۲۵ھ	اطلاع مع مثنی عرضی دعوی بنام مدعی علیہ بذریعہ رجسٹری ڈاک جاری ہو اور مدعی علیہ سے مؤرخہ......تک جوابِ تحریری طلب ہو، اس کی اطلاع مدعیہ کو بھی دیدی جائے، (اگر مدعیہ موجود ہوتو)/مدعیہ کو زبانی حکم سنا کر اس سے دستخط کرالیا جائے۔فقط دستخط (قاضی)	

نمونہ احکام

(جب مدعی/مدعیہ عرضی درخواست داخل کرے)

(۱) اطلاع مع مثنی عرضی دعوی بنام مدعی علیہ بذریعہ رجسٹری ڈاک جاری ہواور مدعی علیہ سے مؤرخہ......تک جوابِ تحریری/بیانِ تحریری طلب ہو، اس کی اطلاع مدعیہ کوبھی دیدی جائے، (اگر مدعیہ موجود ہوتو)/مدعیہ کوزبانی حکم سنا کراس سے دستخط کرالیا جائے۔فقط

(جب مدعی علیہ اطلاع نامہ وصول کرلے اور جوابِ تحریری داخل دے)

(۲) مدعی علیہ نے جوابِ تحریری داخل کردیاہے، اس لئے مقدمہ ہذا کی تاریخ پیشی مؤرخہ...... بروز......مقرر کی جاتی ہے، تاریخ مذکور بوقت...... پرفریقین مع گواہان وثبوت دارالقضاء......طلب ہو۔(اگرفریقین موجود ہوں تو)/زبانی حکم سنا کردستخط کرالیا جائے۔فقط

(جب مدعی علیہ اطلاع نامہ وصول کرلے اور جوابِ تحریری داخل نہ کرے)

(۳) مجریہ اطلاع مدعی علیہ نے وصول کرلیا؛ لیکن ابھی تک جوابِ تحریری داخل نہیں کیا ہے، اس لئے مقدمہ ہذا کی تاریخ پیشی مؤرخہ...... بروز......مقرر کی جاتی ہے، تاریخ مذکور پرفریقین مع گواہان وثبوت برائے اثباتِ دعوی ورفع الزام دارالقضاء......طلب ہو، مدعی علیہ سے تاریخ پیشی سے پہلے جوابِ تحریری/بیان تحریری بھی طلب کیا جائے۔فقط

(جب مدعی علیہ اطلاع نامہ وصول کرنے سے انکار کر دے)

(۴) مجریہ اطلاع مدعی علیہ نے لینے سے انکار کر دیا، اس لئے مقدمہ ہذا کی تاریخ پیشی مؤرخہ ...... بروز ......مقرر کی جاتی ہے، تاریخ مذکور پر فریقین مع گواہان وثبوت برائے اثباتِ دعوی ورفع الزام دارالقضاء......طلب ہو۔فقط

(جب اطلاع نامہ ڈاک خانہ کی اس رپوٹ کے ساتھ واپس آجائے کہ مدعی علیہ نہیں ہے)

(۵) اطلاع بنام مدعی علیہ اس رپورٹ کے ساتھ واپس آگئی ہے کہ مدعی علیہ کا پتہ نہیں چلا؛ اس لئے مدعیہ سے مدعی علیہ کا موجودہ صحیح پتہ اوراس کے ساتھ اس کے گاؤں کے دو معززین اوراس کے دو قریبی رشتہ داروں کے نام و پتے مؤرخہ......تک طلب ہو۔فقط

(جب مدعیہ دوسرا پتہ دارالقضاء میں داخل کر دے)

(۶) مدعیہ نے مدعی علیہ کا دوسرا موجودہ پتہ تحقیق کے بعد دارالقضاء میں داخل کر دیا ہے، اس پتہ پر مدعی علیہ کے نام اطلاع مع مثنی عرضی دعوی بذریعہ رجسٹری ڈاک جاری ہواوراس سے مؤرخہ ......تک جوابِ تحریری طلب ہو، اس کی اطلاع مدعیہ کو بھی دے دیا جائے۔فقط

(اگر مدعیہ دوسرا پتہ دارالقضاء میں داخل نہ کرے؛ بل کہ یہ کہے کہ پتہ بالکل صحیح ہے)

(۷) مدعیہ نے مدعی علیہ کے گاؤں کے دو معززین کے جونام و پتے داخل کئے ہیں، ان معززین جناب......اور جناب...... کے معرفت اطلاع بنام مدعی علیہ مع مثنی عرضی دعوی جاری ہو، ان حضرات کو یہ بھی لکھا جائے کہ اس کام کو ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے مدعی علیہ سے تعمیل حکم کرائیں اوراللہ کے یہاں اجر کے مستحق ہو۔فقط

(اگر تاریخ پیشی پر فریقین حاضر ہو جائیں تو اس وقت فردِ احکام میں قاضی یہ لکھے)

(۸) آج تاریخ پیشی پر فریقین مع گواہان دارالقضاء حاضر ہوئے، ان سب کے بیانات قلم بند کئے گئے، جو شاملِ مسل ہیں؛ اس لئے مقدمہ ہذا کی کارروائی ختم کی جاتی ہے، مسل قریبی فرصت میں فیصلہ کے لئے پیش ہوگی۔فقط

(فیصلہ ہو جانے کے بعد فردِ احکام میں یہ لکھے)

(۹) آج مقدمہ ہذا کا فیصلہ ہوگیا ہے، فریقین کو حکمِ فیصلہ سے مطلع کر دیا جائے اور مسل محفوظ شدہ مسلوں محفوظ کرلیا جائے۔فقط

(اگر تاریخ پیشی پر مدعی علیہ حاضر نہ ہو)

(۱۰) آج تاریخ پیشی پر مدعیہ مع گواہان دارالقضاء حاضر ہوئے، مدعی علیہ حاضر نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی پیروی کی، معاملہ کی اہمیت کے پیشِ نظر دوبارہ تاریخ پیشی مؤرخہ..... مقرر کی جاتی ہے، تاریخ مذکور پر مدعی علیہ مع گواہان طلب ہو/مدعیہ حاضر ہے، حکم سنا کر دستخط کرالیا جائے (اگر مدعیہ موجود ہو)/مدعیہ بھی اصالۃً طلب ہو (اگر مدعیہ کو بھی بلانا ہو)/مدعیہ بھی وکالۃً طلب ہو (جب صرف مدعی علیہ کی توثیق مقصود ہو، مدعیہ کو بلوانا مقصود نہ ہو)۔فقط

اطلاع نامہ بہ نام مدعی علیہ

(جب مدعی علیہ دوبارہ تاریخ پیشی پر نہ آئے)

بہ عدالت دارالقضاء امارتِ شرعیہ......

مقدمہ نمبر: ______ سـ ھ

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی/مدعیہ

بنام

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی علیہ/علیہا

گزشتہ تاریخ پیشی مؤرخہ..... پر آپ مدعی علیہ دارالقضاء حاضر نہیں ہوئے اور نہ ہی کوئی پیروی کی، آپ کو یہ آخری موقع دیتے ہوئے آئندہ تاریخ پیشی مؤرخہ.....مقرر کی جاتی ہے، تاریخ مذکور پر آپ مدعی علیہ مع گواہان دارالقضاء حاضر ہوکر رفعِ الزام کریں، عدم حاضری یا عدمِ پیروی کی صورت میں مقدمہ فیصل کر دیا جائے گا۔فقط

دستخط (قاضی)

تاریخ:............ ....

مطابق:............

حاضری فارم

(جب فریقین دارالقضاء حاضر ہوجائیں، اس وقت سب سے پہلے اُنھیں حاضری فارم یا سادہ کاغذ دیا جائے، جس میں یہ لکھا ہوا ہو)

بہ عدالت دارالقضاء امارتِ شرعیہ......

مقدمہ نمبر:________ سـ ـہ ھ

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی/مدعیہ

بنام

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی علیہ/علیہا

بحضور جناب قاضی شریعت دارالقضاء......

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

گزارش ہے کہ میں مدعیہ/مدعی علیہ آج تاریخ پیشی مؤرخہ...... برحسبِ حکم مع گواہان وثبوت دارالقضاء حاضر ہوں، آپ سے درخواست ہے کہ میرا اور میرے گواہوں کا بیان قلم بند کرلیا جائے، عدالتِ دارالقضاء میں یہ تحریری اقرار کرتا/ کرتی ہوں کہ دارالقضاء سے جو فیصلہ ہوگا، ہمیں منظور ہوگا، گواہوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱)............

(۲)...........

(۳)..........

دستخط/انگوٹھا نشان (مدعیہ/مدعی علیہ)

تاریخ:........... ....

وکالت نامہ

بہ عدالت دارالقضاء امارتِ شرعیہ......

مقدمہ نمبر:________ سنہ ھ

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی/مدعیہ

بنام

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی علیہ/علیہا

بحضور جناب قاضی شریعت دارالقضاء......

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

گزارش ہے کہ میں مدعیہ/مدعی علیہ اپنے مقدمہ کی جملہ کارروائی کے لئے جناب......... ولد........ساکن........ضلع......کو اپنا وکیل بناتی/بناتا ہوں، موصوف میری طرف سے جملہ کارروائی انجام دیں گے، یہ وکالت نامہ اس لئے لکھ رہی/رہا ہوں؛ تاکہ سند رہے اور وقتِ ضرورت کام آئے۔ فقط

دستخط مؤکل (مدعیہ/مدعی علیہ)

....

مجھے وکالت منظور ہے۔

دستخط وکیل:....... تاریخ:......

زوجین کے درمیان تصفیہ نامہ

بہ عدالت دارالقضاء امارتِ شرعیہ......

مقدمہ نمبر:———— سنہ ھ

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... **مدعی/مدعیہ**

بنام

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... **مدعی علیہ/علیہا**

مقدمہ ہذا میں میں مدعیہ نے عدالت دارالقضاء میں اپنے شوہر کے خلاف دعوی دائر کیا ہے، چنانچہ آج ہم فریقین گواہوں کے ساتھ دارالقضاء میں حاضر ہیں، زبانی گفتگو کے بعد یہ بات طے پائی ہے کہ ہم دونوں فریق ایک ساتھ رہ کر ازدواجی زندگی گزارنے پر آمادہ ہیں، مدعی علیہ مؤرخہ ......کومدعیہ کے یہاں رخصت کرانے کے لئے جائے گا، اور وہ بخوشی رخصت ہوکر اس کے یہاں چلی آئے گی؛ اس لئے مصالحت کی کارروائی پر مقدمہ ہذا ختم کردیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں جو شکایتیں ہر ایک فریق کو دوسرے سے ہیں، ان پر غور کرکے درج ذیل معاہدہ ہم فریقین کرتے ہیں اور گزشتہ تمام جھگڑوں اور اختلافات کو ختم کرکے آئندہ بہتر طور پر مل جل کر زندگی گزارنے کا معاہدہ کرتے ہیں:

ا۔ میں مدعیہ ..... بنت ...... اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر پکا وعدہ اور سچا اقرار کرتی ہوں کہ مدعی علیہ کے یہاں بخوشی رخصت ہوکر چلی جاؤں گی اور وہاں جانے پر ان کی ہر جائز باتوں پر چلوں گی، ان سے لڑائی جھگڑا نہیں کروں گی اور نہ ہی بے ادبی کروں گی؛ بل کہ ہر طرح عزت واکرام کے ساتھ ان کے حقوق ادا کرتی رہوں گی، نیز اپنے ساس وسسر کی عزت کروں گی،

ان کو اپنے والدین کی طرح جانوں گی۔

۲۔ میں مدعی علیہ.....بن......بھی اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر پکا وعدہ اور سچا اقرار کرتا ہوں کہ مدعیہ کو رخصت کرانے کے لئے مذکورہ تاریخ پر اس کے یہاں جاؤں گا، اس کو رخصت کرا کے اپنے یہاں لے آؤں گا اور اس کی ہر جائز ضرورت مثل کھانا، کپڑا اور لوازماتِ زندگی پورا کرتا رہوں گا، اس کو مار پیٹ اور گالی گلوج ہرگز نہیں کروں گا اور نہ آئندہ کسی بات کی تکلیف دوں گا؛ بل کہ اسے بیوی سمجھ کر باعزت طور پر اپنے ساتھ رکھ کر اس کے تمام حقوق ادا کروں گا اور آئندہ کسی طرح کی ذہنی یا جسمانی تکلیف نہیں دوں گا۔

۳۔ہم فریقین متفقہ طور پر یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ پچھلے تمام جھگڑوں کو ختم کر کے ہم ایک ساتھ مل گئے اور اب آئندہ میل ومحبت کے ساتھ زندگی گزاریں گے اور ایک دوسرے کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھیں گے، ہم فریقین نے مذکورہ بالا باتوں کا اقرار زبانی عند القضاء کیا اور تصفیہ نامہ کی تحریر من وعن سمجھ کر اپنا اپنا دستخط اور گواہوں کی گواہی سے مصدق کر دیا؛ تا کہ وقتِ ضرورت سند رہے، فقط۔

دستخط/انگوٹھا نشان مدعیہ

....

تاریخ:..................

دستخط قاضیٔ شریعت برائے تصدیق

....

دستخط/انگوٹھا نشان مدعی علیہ

....

تاریخ:..................

دستخط قاضیٔ شریعت برائے تصدیق

....

دستخط/انگوٹھا نشان گواہان مع ولدیت و پورا پتہ:

۱:..

۲:..

۳:..

خلع نامہ

(جب مدعی علیہ تاریخ پیشی پر حاضر نہ اور مدعیہ حاضر ہو کر چلی جائے، اس وقت یہ خلع نامہ لکھا جائے گا)

بہ عدالت دارالقضاء امارتِ شرعیہ......

مقدمہ نمبر:———— سـ ھ

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی/مدعیہ

بنام

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... مدعی علیہ/علیہا

مقدمہ ہذا میں مدعیہ میری بیوی...... نے میرے خلاف دارالقضاء میں فسخِ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، مقدمہ کی پہلی تاریخِ پیشی ....مقرر ہوئی، مدعیہ تاریخِ پیشی پر حاضر ہوئی؛ لیکن میں اپنی بیماری کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا۔

مدعیہ نے عندالبیان بشرطِ طلاق اپنا زرِمہر معاف کردیا ہے، چنانچہ آج مقدمہ ہذا کی پیشی مؤرخہ...... پر میں گواہوں کے ساتھ دارالقضاء حاضر ہوں، میں نے مناسب سمجھا اور غور وفکر کیا کہ مدعیہ کو طلاق دے کر علاحدہ کردوں۔

لہذا میں مدعی علیہ......ولد...... نے بصحت ہوش وحواس و بلا جبر واکراہ اپنی بیوی مدعیہ...... بنت......کو بعوض معافیٔ مہر ایک طلاق بائن زبانی وتحریری دیدی، اب وہ میری بیوی نہیں رہی، اور موصوفۂ مذکورہ پر میرا کوئی مالی وغیر مالی حق ودعوی قانوناً وشرعاً باقی نہیں رہا اور نہ ہی میں موصوفۂ مذکورہ کے خلاف کسی بھی عدالت میں کوئی مالی وغیر مالی دعوی کرنے کا مجاز رہونگا، اسی طرح مجھ پر بھی

موصوفہ کا کوئی مالی و غیر مالی حق ودعوی قانونا وشرعا باقی نہیں رہا اور اب وہ بھی میرے خلاف کسی بھی عدالت میں کوئی مالی وغیر مالی دعوی کرنے کی مجاز نہ ہوگی، دعوی کرنے کی صورت میں دونوں کا دعوی باطل قرار پائے گا، اس طلاق نامہ کا مضمون پڑھوا کر سن اور سمجھ لیا ہے اور اس پر دستخط/نشان انگوٹھا لگا دیا اور گواہوں کی گواہی سے مصدق کر دیا ہے؛ تاکہ وقتِ ضرورت کام آئے اور سند رہے۔

واضح رہے کہ یہ اقرار میں نے اپنی مرضی سے کیا ہے؛ اس لئے اس کے خلاف سماجی ادارہ، پولیس یا سرکاری عدالت میں رجوع نہیں کروں گا۔فقط

دستخط/نشان انگوٹھا

....

تصدیقی دستخط قاضی شریعت　　　　تاریخ:............

....

زوجین کے درمیان خلع

(جب فریقین ایک ساتھ حاضر ہوں تو اس وقت یہ خلع نامہ لکھا جائے گا)

بہ عدالت دارالقضاء امارتِ شرعیہ......

مقدمہ نمبر:________ سـ ھ

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... **مدعی/مدعیہ**

بنام

نام:......ولدیت:......ساکن:......ڈاک خانہ:......تعلقہ:......ضلع:...... **مدعی علیہ/علیہا**

مقدمہ ہذا میں ہم فریقین میاں بیوی ہیں، ہماری شادی مؤرخہ............کو ہوئی؛ لیکن بعض اختلافات کی وجہ سے اب ایک ساتھ زندگی گزارنا نہیں چاہتے۔

لہذا آپس میں یہ طے پایا کہ اب بذریعہ خلع علاحدگی اختیار کر لی جائے؛ چنانچہ ہم فریقین نے اپنے سرپرستوں اور گواہوں کے ساتھ آج تاریخِ پیشی مؤرخہ......میں دارالقضاء حاضر ہو کر درج ذیل باتوں کا اقرار کیا:

ا۔ میں مدعیہ......بنت ......نے بصحت ہوش وحواس بلاکسی دباؤ کے اپنے شوہر مدعی علیہ......ولد......کو اپنے کل زرِمہر اور دیگر مالی وغیر مالی مطالبات سے بشرطِ طلاق بری کر دیا، طلاق کے بعد نکاح اور اس سے متعلق احکام کے تعلق سے میرا کوئی مالی وغیر مالی مطالبہ کسی بھی عدالت میں ان سے نہیں ہوگا، اگر مطالبہ کروں تو مطالبہ ناجائز اور باطل ہوگا۔

۲۔ میں مدعی علیہ......ولد......نے بصحت ہوش وحواس بلاکسی دباؤ کے اپنی بیوی مدعیہ......

بنت......کوایک طلاق بائن دے دی، اب وہ میری بیوی نہیں رہی اور میرا ابھی کوئی مطالبہ مدعیہ کے ذمہ باقی نہیں رہا، اگر مطالبہ کروں تو مطالبہ ناجائز اور باطل ہوگا۔

۳۔ہم فریقین نے اپنی اپنی زبان سے ان باتوں کا اقرار کیااور دستخط/نشان انگوٹھا اور گواہان کے دستخط سے مصدق کر کے یہ تحریر دار القضاء داخل کیا؛ تا کہ وقتِ ضرورت کام آئے اور سند رہے۔

واضح رہے کہ یہ اقرار ہم نے اپنی مرضی سے کیا ہے؛ اس لئے اس کے خلاف سماجی ادارہ، پولیس یا سرکاری عدالت میں رجوع نہیں کریں گے۔ فقط

دستخط/انگوٹھا نشان مدعیہ

....

تاریخ:..................

دستخط/انگوٹھا نشان مدعی علیہ

....

تاریخ:..................

دستخط قاضیٔ شریعت برائے تصدیق

....

دستخط قاضیٔ شریعت برائے تصدیق

....

دستخط/انگوٹھا نشان گواہان مع ولدیت و پورا پتہ:

۱:..

۲:..

۳:..

نوٹ: اس کتاب میں دئے گئے درخواستوں کے نمونے کچھ وہ ہیں، جو میں نے المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد میں تدریبِ قضاء کے موقع سے مولانا انظار عالم قاسمی صاحب سے لکھے تھے اور کچھ وہ ہیں، جو حضرت مولانا قاسم مظفر پوری دامت برکاتہم کی اجازت سے ان کی کتاب سے ''رہنمائے قاضی'' سے نقل کئے گئے ہیں۔

مراجع ومصادر

نمبرشمار	اسماء کتب	اسماء مؤلفین	ولادت	وفات
۱	**القرآن الكريم**			
۲	**الأحكام القرآن**	أحمد بن علي أبوبكر جصاص الرازي	۳۰۵ھ	۳۷۰ھ
۳	**التفسير المظهري**	القاضي ثناء الله الپاني پتي	۱۱۴۳ھ	۱۲۲۵ھ
۴	**التفسير العظيم**	الحافظ اسمٰعيل بن عمر ابن كثير	۷۰۱ھ	۷۷۴ھ
۵	**صحيح البخاري**	محمد بن اسمٰعيل البخاري	۱۹۴ھ	۲۵۶ھ
۶	**صحيح المسلم**	مسلم بن حجاج بن مسلم النيساپوري	۲۰۴ھ	۲۶۱ھ
۷	**سنن أبي داؤد**	سليمان بن الأشعث السجستاني	۲۰۲ھ	۲۷۵ھ
۸	**جامع الترمذي**	محمد بن عيسى بن سورة الترمذي	۲۰۰ھ	۲۷۹ھ
۹	**سنن النسائي**	أحمد بن شعيب النسائي	۲۱۵ھ	۳۰۳ھ
۱۰	**سنن ابن ماجة**	محمد بن يزيد بن ماجة القزويني	۲۰۹ھ	۲۷۳ھ
۱۱	**السنن الكبرى**	احمد بن الحسن بن علي البيهقي		۴۵۸ھ
۱۲	**مسند أحمد**	محمد بن محمد بن حنبل	۱۶۴ھ	۲۴۱ھ
۱۳	**المصنف لابن ابی شيبة**	عبدالله بن محمد بن أبي شيبة	۱۵۹ھ	۲۳۵ھ
۱۴	**طبقات بن سعد**	محمد بن سعد	۱۶۸ھ	۲۳۰ھ
۱۵	**منهاج الطالبين**	يحيى بن شرف النووي	۶۳۱ھ	۶۷۶ھ
۱۶	**المجموع شرح المهذب**	يحيى بن شرف النووي	۶۳۱ھ	۶۷۶ھ

١٧	**روضة الطالبين**	يحيى بن شرف النووي	٦٣١ھ	٦٧٦ھ
١٨	**الوسيط في المذهب**	محمد بن محمد بن محمد الغزالي	٤٥٠ھ	٥٠٥ھ
١٩	**الأشباه والنظائر**	عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي	٨٤٩ھ	٩١١١ھ
٢٠	**التهذيب**	أبومحمد بن الحسين بن مسعود البغوي	٤٣٣ھ	٥١٦ھ
٢١	**بحر المذهب**	عبد الواحد بن اسمٰعيل الروياني	٤١٥ھ	٥٠٢ھ
٢٢	**تحفة المحتاج**	أحمد بن محمد بن علي بن حجر الهيتمي	٩٠٩ھ	٩٧٤ھ
٢٣	**فتح الجواد بشرح الارشاد**	أحمد بن محمد بن علي بن حجر الهيتمي	٩٠٩ھ	٩٧٤ھ
٢٤	**نهاية المحتاج**	محمد بن أحمد بن حمزة الرملي		١٠٠٤ھ
٢٥	**الاقناع**	محمد بن محمد الخطيب الشربيني		٩٧٧ھ
٢٦	**مغني المحتاج**	محمد بن محمد الخطيب الشربيني		٩٧٧ھ
٢٧	**حاشية الشبراملسي**	علي بن علي الشبراملسي		١٠٨٧ھ
٢٨	**السراج الوهاج**	محمد الزهري الغمراوي		
٢٩	**عجالة المحتاج**	عمر بن علي بن أحمد المشهور بابن الملقن		٨٠٤ھ
٣٠	**الحاوي الكبير**	علي بن محمد بن حبيب الماوردي		٤٥٠ھ
٣١	**حاشية الجمل**	سليمان بن عمر بن منصور المعروف بالجمل		١٢٠٤ھ
٣٢	**منهج الطلاب**	شيخ الاسلام زكريا بن محمد الأنصاري		٩٢٦ھ
٣٣	**حاشية البجيرمي**	الشيخ سليمان البجيرمي		١٢٢١ھ
٣٤	**حاشية الشرواني**	عبد الحميد الشرواني		
٣٥	**حاشية ابن قاسم العبادي**	أحمد بن قاسم العبادي		٩٩٤ھ
٣٦	**عمدة السالك**	أحمد بن النقيب	٧٠٦ھ	٧٦٩ھ

۳۷	فتح المعین	زین الدین بن عبد العزیز الملیباری		
۳۸	قرۃ العین بمهمات الدین	زین الدین بن عبد العزیز الملیباری		
۳۹	الفقه المنهجی	مصطفی الخن/ مصطفی البغا		
۴۰	الفقه الشافعی المیسر	د/وهبة الزحیلی		
۴۱	زاد المعاد	محمد بن أبی بکر بن القیم الجوزیة	۶۹۱ھ	۷۵۱ھ
۴۲	لسان العرب	محمد بن مکرم بن منظور الأفریقی	۶۳۰ھ	۷۱۱ھ
۴۳	معجم لغة الفقهاء	محمد رواس قلعة جی		
۴۴	المنجد	(الأب) لویس المعلوف الیسوعی	۱۸۷۶ء	۱۹۴۶ء
۴۵	القاموس المحیط	محمد بن یعقوب الفیروزابادی	۷۲۹ھ	۸۱۷ھ
۴۶	المصباح المنیر	أحمد بن محمد بن علی الفیومی		۷۷۰ھ
۴۷	المعجم الوسیط	جماعة من اللغویین		

مؤلف کی دیگر کتابیں

دارین بک ڈپو، ٹیگور مارگ، ندوہ روڈ، لکھنؤ